لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اِخلاقِ کریمہ ﷺ کی ضیاپاشیاں

افادات
پیرِطریقت سیّد محمد سعید الحسنؒ شاہ عفی عنہ

نورالہدیٰ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ فیصل آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ
سیدنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و بارک و سلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وانک لعلیٰ خلق عظیم

(القرآن)

بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اخلاق
بڑی عظمت وشان والا ہے

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ
اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

اِخلاقِ کریمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
ضیاپاشیاں

افادات
پیرِ طریقت سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

تدوین و تزئین
ڈاکٹر منظور احمد

نور الہدیٰ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ فیصل آباد

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب............اخلاق کریمہ ﷺ کی ضیاپاشیاں

اِفادات............ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب

تدوین وتزئین............ ڈاکٹر منظور احمد

اشاعت اول............ 2011ء

سرورق............ کلیم دفتر کتابت

کمپوزنگ............ایم خالد اقبال

مطبع............حزب الاسلام پرنٹرز فیصل آباد

تعداد............ 1100

ہدیہ 90روپے

ناشر............ شعبہ تحقیق وتصنیف

نُورالہدیٰ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

گلشن سعید مانانوالہ فیصل آباد

دینی کتب میں کوئی مسلمان قصداً غلطی نہیں کرسکتا مگر نادانستہ غلطی ہوسکتی ہے اس لئے اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ادارہ آپ کا شکر گزار ہوگا۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیش گفتار	7
2	اسوۂ حسنہ	13
3	قابلِ فخر نسبت	14
4	نسبت کا تقاضا	15
5	عظمت مصطفےٰ ﷺ	17
6	نعمتِ عظمیٰ	19
7	سخاوت	27
8	سخاوت احادیث مقدسہ کی روشنی میں	29
9	سخی کی فضیلت	30
10	سخی کو فرشتوں کی دعا	31
11	رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے چند گوشے	32
12	اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت	37
13	اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت	38
14	اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت	38
15	حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی سخاوت	39
16	حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت	40
17	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت	41
18	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت	43

19	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت	44
20	بنو ہاشم اور بنو امیہ میں سخاوت کا مقابلہ	44
21	حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سخاوت	45
22	اقوال	46
23	احسان	47
24	احسان کرنے والوں کے لئے جزا	49
25	فرمانِ رسول ﷺ اور احسان	49
26	معاشرتی حسن واستحکام کی بنیاد......احسان	51
27	اقوال	58
28	عفو وکرم	60
29	عفو صفتِ الٰہی	60
30	متقیوں کے اوصاف اور عفو ودرگزر کا اجر	63
31	فرمان رسول ﷺ	64
32	رب کا انعام	64
33	چور کو دعا	64
34	نبی رحمت ﷺ کی شان عفو وکرم...... چند دل پذیر واقعات	66
35	ابولہب کے بیٹوں سے درگزر اور کرم	69
36	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مجرم سے حسن سلوک	71
37	اعرابی کی شدت پسندی پر انعام	72
38	سہیل بن عمرو پر عفو وکرم	73

74	اہل طائف پر عفو و کرم	39
76	چہرہ والضحیٰ کو زخمی کرنے پر دعائے کرم	40
78	رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی پہ عفو و کرم	41
80	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عفو و کرم	42
81	اُم المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عفو و کرم	43
82	اقوال	44
83	حلم و بردباری	45
84	ارشاد ربانی	46
85	فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	47
86	نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و بردباری	48
86	زید بن سعیہ سے علم و بردباری کا معاملہ	49
91	اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کا حلم و تحمل	50
91	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حلم و بردباری	51
92	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حلم و بردباری	52
92	غلام کو آزاد کر دیا	53
93	حوصلہ کی انتہاء	54
94	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تحمل و بردباری	55
95	حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا حلم و بردباری	56
96	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا حلم و بردباری	57

58	حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حلم وبردباری	97
59	حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا حلم وبردباری	97
60	حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا تحمل وبردباری	98
61	اقوال	99
62	تواضع وانکساری	100
63	تواضع کی برکات احادیث مبارکہ کی روشنی میں	103
64	عاجزی وانکساری گنج گراں مایہ	105
65	تواضع صوفیا کرام کی نظر میں	106
66	تواضع اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	108
67	نبیٔ عبد	108
68	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تواضع وانکساری	117
69	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تواضع وانکساری	118
70	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تواضع وانکساری	118
71	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تواضع وانکساری	119
72	حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تواضع وانکساری	120
73	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تواضع وانکساری	121
74	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری	122
75	شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری	122
76	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی وانکساری	123
77	اقوال	124

پیشِ گفتار

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بے حد حمد وستائش اور بے حد درود وسلام نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جن کا کوئی ثانی نہیں اللہ رب العزت کا صد شکر ہے کہ اس ذات رحیم وکریم نے ہماری راہنمائی کے لئے اپنے بندہ حق کا انتخاب فرمایا۔ یہ بندہ خاص در یتیم بن کر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش محبت میں جلوہ فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً 570 سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بحیثیت خاتم النبین اور رحمۃ اللعالمین مبعوث فرمایا ان دونوں پیغمبروں کا درمیانی عرصہ فترۃ (انقطاع وحی) کا زمانہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عرب یا قریش کے لوگ جن کی طرف خود ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بعثت پر تقریباً ڈھائی ہزار سال گزر چکے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا خاص مقصد یہ تھا کہ محبوب کی شان محبوبیت سے کائنات کو آگاہ کیا جائے اور حق سے ناآشنا لوگ حق آشنا ہو جائیں حق وصداقت کا بول بالا ہوا نہی مقاصد کی تکمیل کے لئے نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بطور خاص انتخاب فرمایا گیا تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی واحدنیت کا پرچم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے تاقیامت سر بلند رہے اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم بھی ہمیشہ سرفرازیوں کو چھوتا رہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَرَفَعْنَاكَ لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (4/94) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔

یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بھی آتا ہے۔ مثلاً کلمہ شہادت، اذان، نماز، خطبہ، تشہد اور دیگر بہت سے مقامات پر بھی، گذشتہ کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل، فرشتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر خیر دنیا وآخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کا چرچا کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو اللہ جل شانہ نے اپنی اطاعت قرار دیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء 80)

اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت بلا شبہ ربّ ذوالجلال والاکرام کا بنی نوع بشر پر احسان عظیم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

(آل عمران:۳/۱۶۴)

”بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

بلاشبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ مسعود ساری انسانیت کے لئے ایسا مینارہ نور اور آفتاب جہاں تاب ہے کہ جس کی کرنوں نے دنیا کے کونے کونے میں

پھیلی گمراہی وضلالت کے اندھیرے کو اپنی ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کردار عمل نے انسانیت کو اُس کے اصل مقام ومرتبہ سے روشناس کروایا جس سے خزاں رسیدہ دلوں کی دنیا میں شادابی وکامرانی نے نیا جنم لے لیا۔ بھولی بھٹکی انسانیت صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اوج ثریا کو چھونے لگی اور اللہ تعالیٰ نے حق بندگی ادا کرنے والوں کو انعامات ابدی سے نوازنے کی نوید پُر مسرت سنائی۔

اگر غور کیا جائے تو ان تمام انعامات سرمدی کے اصل منبع ومحور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جن کے اسوہ حسنہ کی بلا چوں وچرا اتباع کرنے میں ہی یہ کامیابی مضمر ہے۔ اتباع کے لئے محبت شرط اول ہے کیونکہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ایمان کا اہم حصہ ہے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا زینہ ہی اطاعت فرمانبرداری ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر 7/59)

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو گر خامی تو ایمان نہ مکمل ہے

رسولانِ عظام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نمائندہ خاص ہوتے ہیں جو اللہ جل شانہ کے حکم کے عین مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے وہ راضی بہ رضائے الٰہی ہوتے ہیں۔ ان کی زبان حق کی ترجمان ہوتی ہے، خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ (النجم 3/53)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں مگر وحی جو ان کو کی جاتی ہے۔''

لہٰذا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے کسی پہلو کو لے لیجئے مثلاً خانگی، سماجی، معاشرتی، سیاسی، ہو یا عسکری میدان ہو، آپ کا ہر کام میں کردار عمل اللہ تعالیٰ جل شانہ کی منشا کے عین مطابق ہے یعنی مقام محبوبیت ہے اور یہی مقام عبدیت کی معراج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات مبارکہ اُمت کیلئے نمونہ کامل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ۳۳/۲۱)

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

اُمت کی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ وہ نمونہ کامل سے بھرپور استفادہ حاصل کرے ورنہ اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنا ہوگی رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات مبارکہ کے تمام پہلو روز روشن کی طرح تاباں ہیں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان خدائی قوانین اور اصول وضوابط پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں کامیاب انقلاب برپا کر دیا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانیت کو ایسی ابدی تعلیمات سے روشناس کروایا جن پر عمل پیرا ہو کر مردہ دل انسانیت کو نئی زندگی مل گئی انہی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش حال معاشرے کی نشو ونما اور اس کے استحکام کے لئے پائیدار بنیادیں فراہم کیں۔

زیر نظر کتاب کے ابتدا میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کی گئیں ہیں اور حیات انسانی میں اس کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ نہایت اختصار سے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائل حمیدہ میں سے سخاوت، احسان، عفو وکرم، حلم وبردباری

اور تواضع وانکساری کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ دراصل یہ وہ بنیادی خصائل ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک عام انسان معراج انسانیت کو پالیتا ہے ان ہی پر عمل پیرا ہو کر آقا علیہ السلام نے عالمگیر انقلاب برپا کر دیا۔ اسلام کی ترویج واشاعت اور معاشرتی استحکام وحسن کے لئے ان صفات کا انسان میں پایا جانا اشد ضروری ہے۔ تاکہ ان تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے ماحول کو پُر امن، پائیدار اور خوشیوں کا گہوارہ بنا سکے۔ حقیقت میں رضا الٰہی بھی یہی ہے کہ انسان دوسروں کے کام آئے ان سے بہتر سلوک کرے اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دوسرے پر نظر عنایت رکھے۔ بلا غرض دوسروں سے احسان وخدمت کا رویہ اپنایا جائے۔

باہمی معاشرے میں رویّوں میں اتار چڑھاؤ آجاتا ہے یہ فطری امر ہے کہ ہر انسان کا اپنا مزاج ہوتا ہے چاہیے یہ کہ خلاف مزاج واقع ہونے پر غیظ وغضب کی بجائے تحمل وبردباری کا رویہ اپنایا جائے تاکہ معاشرے میں امن عامہ کی صورت حال خراب نہ ہو اسلام نے انسانوں کو تواضع وانکساری کا درس دیا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اجڈ واکھڑ معاشرے میں عفو وکرم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ جود وعطا کے ایسے دریا بہائے کہ ہر کس وناکس سے اعلیٰ حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ احسان ومروت کی ایسی جوت جگائی کہ اپنے پرائے سبھی آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کا کرشمہ تھا کہ گمراہی وضلالت میں ڈوبی اقوام کے دلوں کی ہیئت کو بدل ڈالا انہوں نے پھر اسلام کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کر دیا حتیٰ کہ اپنے وطن تک کو چھوڑ دیا۔

نبی محتشم صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہی خصائل حمیدہ کو اپنایا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض ورجت سے بھرپور استفادہ فرمایا اپنی زندگیاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع وفرمانبرداری میں بسر کیں۔ اس کا ثمر یہ ملا کہ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری دنیا پر اسلام کا پرچم سربلند فرمایا۔

زیر نظر کتاب میں ابتداً ہر موضوع کے اعتبار سے قرآنی آیات بنیات سے احکامات واضح کئے گئے ہیں ان کے بعد احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی تفاصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے چند گوشوں سے دلپذیر واقعات قلمبند کئے گئے تاکہ پڑھنے والے کے دلوں کا جذبہ ایمانی سکینت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے کردار وعمل کے لئے بھرپور راہنمائی بھی حاصل کرے اسوہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حیات مبارکہ کے واقعات میں سے چند واقعات قرطاس کی زینت بنائے گئے ہیں تاکہ آج کے دور کا انسان یہ بات سمجھنے میں دقت محسوس نہ کرے کہ ایسے روزمرہ کام وخصائل تو صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق وزیبا ہیں بلکہ بیان کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی مکمل اتباع فرمائی اور ہمارے لئے نمونہ پیش فرمایا کہ ایسے خصائل ہر انسان میں پیدا ہونا ممکن نہیں ہیں یہ تمام اعمال وافعال دین متین کا حصہ ہیں اور احکامات خداوندی کے عین مطابق ہیں۔

اس مادی دور میں ان خصائل پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے ان اعمال پر عمل پیرا ہونے سے ہی انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور یہی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہر موضوع کے آخر میں بزرگان دین واسلاف کے اقوال بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ کریم ہماری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل جمیلہ اور اخلاق کریمہ کی ضیا پاشیوں سے فیض یاب ہونے اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اسوہ حسنہ پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے آمین۔

ڈاکٹر منظور احمد

اسوۂ حسنہ

نحمد اللہ تعالیٰ ونسلم علی رسولہ المجتبیٰ وآلہٖ وصحبہ دائماً ابداً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدائے لم یزل اپنی کتاب لاریب قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (33/21)

ترجمہ :تمہارے لئے میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اسوہ کے لفظی معنی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ''الاستوہ والا سوۃ القدر ''یعنی پیشوا، راہنما، امام۔

نیز فرماتے ہیں۔ ''الاستوہ والا سوہ'' وہ جس سے کوئی غمزدہ اور شکستہ دل تسلی حاصل کرے یعنی غمگسار۔ بہرحال اس کے لفظی معنی پیشوا، راہنما، امام اور غمگسار ہیں۔ ہر معنی کا حقیقی مصداق میرے آقا نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہے کہ وہ ایسے کامل پیشوا، امام اور راہنما ہیں کہ زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی ورہبری فرماتے ہیں۔ غمگسار ایسے کہ ہر امتی کا غم تو اُن کا اپنا غم ہے بلکہ گمراہی وضلالت میں ڈوبی انسانیت کے غم میں بھی اپنے پروردگار کے حضور ہمہ وقت دعا گو ہیں۔ قرآن پاک اس حقیقت کا اظہار اس انداز سے فرماتا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔(9/128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (علیہ الصلوٰۃ

والسلام) کہ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے (اور) مسلمانوں پر بہت کرم فرمانے والے مہربان ہیں"۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف صفات بیان فرمائی گئیں ہیں۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنوں بیگانوں سب کے لئے مہربان ہیں اور ایمان والوں کیلئے تو خاص مہربان ہیں۔

قابلِ فخر نسبت:

جب کوئی اپنے آپ کو کسی ایسے راہنما یا پیشوا سے منسوب کرتا ہے جس کی شہرت اچھی ہوتی ہے جس کا معاشرہ میں بلند مقام ہو جس سے ہر کوئی عزت واحترام سے پیش آئے اُس کے خصائل حمیدہ کے خاص وعام گرویدہ ہوں تو ایسے پیشوا ور راہنما کو عظیم کہا جائے گا اور اُس کی نسبت پر انسان فخر بھی کرتا ہے اور ہر خاص وعام میں اُس کی عظمت کا چرچا بھی کرتا ہے مگر جب کسی پیشوا کا کردار اچھا نہ ہو، اپنے بُرے افعال کی وجہ سے بدنام زمانہ ہو ایسے مکار و بدچلن کو کوئی اپنا راہنما تسلیم نہیں کرے گا۔ اگر اُس کے کردار کا پردہ بعد میں چاک ہو جائے ذی شعور انسان فوری طور پر ایسے بدقماش سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اُس کی جانب اپنی نسبت بتاتے ہوئے شرمندگی اور عار محسوس کرے گا۔

اُمت مسلمہ کی خوش بختی ہے کہ وہ عظمتوں والے غمگسار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے ہیں۔ اور یہ اللہ پاک کا بڑا احسان ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران 164)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیات مبارکہ تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح (کھلی) گمراہی میں تھے۔

ہماری نسبت ایسے عزت اور شان والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جو خدائے عزوجل کے پیارے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ بلاشبہ یہ قابلِ فخر اور عظیم سعادت ہے ہمارے آقا کہ جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔

ترجمہ: (اے محبوب علیک السلام) ہم نے تمام جہانوں کیلئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا۔

رب کائنات جلّ شانہ نے اپنے لئے رب العالمین اور حضور تحیۃ الثناء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رحمۃ اللعالمین فرمایا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ کیسی عظیم الشان اور قابلِ فخر نسبت ہے۔ اسی بابرکت نسبت کو قائم رکھنے کی راہنمائی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بتایا کہ۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (33/21)

ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

نسبت کا تقاضا:

انسان کا جس سے تعلق بن جائے اس کو نبھانا بھی اہم ذمہ داری ہے۔ ایک مثال عرض ہے۔ اگر اللہ نے مجھے عزت دی ہے معاشرے میں ایک مقام عطا کیا ہے تو خدا نخواستہ اگر میرا بیٹا کوئی ایسا فعل کرنے لگے جو باعث عزت نہ ہو خاندانی رسوائی کا خدشہ ہو تو میں اُسے کہوں گا کہ بیٹا! کچھ حیاء کرو کیوں بے راہرو ہو کر ہماری بدنامی کا باعث بن رہے ہو۔ میرے علاوہ آپ بھی کہیں گے کہ برخوردار کچھ شرم کرو تم ایک عزت دار باپ کے بیٹے ہو اور کام گھٹیا کر رہے ہو کیوں اپنے باپ کے نام کو دھبہ لگا رہے ہو۔ اس مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم مانتا ہوا ایک ایمان والا بجا طور پر فخر کرتا ہے کہ میرا تعلق و نسبت تاجدارِ عرب وعجم، رحمت کون ومکاں علیہ تحیۃ والثناء سے ہے

ہمیں اس تعلق کی لاج بھی رکھنی چاہئے اور کوئی بھی ایسا کام کرنے سے گریز کرنا چاہئے جو ہماری اعلیٰ نسبت کے لئے باعثِ عار ہو۔

ہمیں اس نہج پر ضرور سوچنا چاہئے کہ ہم کس شان والے، عزت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہیں جبکہ ہمارے کرتوت کیا ہیں۔ دعوی محبت رسول مگر نافرمان اور ناخلف، گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے، جھوٹ فریب، دھوکہ، شراب نوشی، سود خوری، زکوٰۃ چوری، نماز سے سستی وہ کونسا ایسا گناہ ہے جو آج ہم سے سرزد نہیں ہو رہا۔ (معاذ اللہ) خدارا کبھی غور کریں کہ کیا محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی چیز کا نام ہے؟ کیا ہم نے اس عظیم نسبت کا کچھ پاس ولحاظ رکھا؟ ہمارا کردار کہیں خدانخواستہ توہین اسلام کا باعث تو نہیں بنتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک بے عمل سیدزادہ سے ملاقات ہوئی اس سیدزادہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو کہا کہ عبداللہ تم کون تمہارا باپ کون لوگ تمہاری عزت کررہے ہیں چاہئے تو یہ کہ لوگ میری عزت کریں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ہوں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ آپ نے درست فرمایا ہے حق یہی ہے کہ میں بھی ادنیٰ میرا باپ دادا بھی ادنیٰ جبکہ آپ بھی اعلیٰ آپ کے آباؤ اجداد بھی اعلیٰ۔ فرق صرف یہ ہے کہ میں نے آپ کے آباؤ اجداد کی پیروی کی میری عزت میں اضافہ ہوگیا آپ میرے باپ دادا کے نقش قدم پر چلے آپ کی عزت جاتی رہی۔ سیدزادہ لاجواب ہوگیا۔ حضرت عبداللہ دل میں خوش ہورہے تھے کہ میں نے اس بے عمل سیدزادہ کو خوب جواب دیا۔ اسی شب حضرت عبداللہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا عبداللہ تم نے میرے بیٹے کو شرمندہ کیا؟ پھر اس پر خوش ہوئے؟ ادھر اس سیدزادہ کو بھی زیارت ہوئی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی اولاد ماں باپ کیلئے باعث عزت

ہوتی ہے اور بدعمل باعثِ شرم۔ جب وہ سیّدزادہ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی بدعملی پر بہت روئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی تلاش میں نکلے تاکہ اُن کے حلقہ احباب میں داخل ہوکر علم دین سیکھیں ادھر حضرت عبداللہ اس سیّدزادہ کے تلاش میں تھے تاکہ اُن سے معافی مانگیں الغرض دونوں کی ملاقات ہوئی پھر وہ سیّد صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی ولی بن گئے۔ یہ واقعہ صرف اس لئے عرض کیا ہے کہ جس طرح بدعمل اولادو والدین کیلئے باعثِ عزت نہیں ہوتی جس طرح بدکردار شاگرد استاد کیلئے عار کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح خدانخواستہ ہماری بدعملی اس عظیم نسبت اور ہمارے دین کے لئے باعثِ عار تو نہیں۔

عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں کا اندازہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان عالیشان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضوان علیہم اجمعین میں سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ حتیٰ کہ ان حضرات کے قریب تشریف فرما ہو گئے تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے سماعت فرمایا۔

اُن (اصحاب) میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل (دوست ۱) بنایا دوسرے صاحب بولے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (کلام ۲) فرمایا۔ ایک اور صاحب بولے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اس کی (روح ۳) ہیں۔ ایک دوسرے نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ نے (برگزیدہ ۴) کیا۔

۱: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بغیر واسطہ فرشتہ اللہ پاک سے کئی بار کلام فرمایا آپ کا لقب کلیم اللہ ہے۔

۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذاتی خوبی یہ بخشی کہ وہ بغیر نطفہ کے حضرت مریم علیہ السلام کے بطن اطہر میں آئے کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک کلمہ کہہ کر دم کیا تھا۔ آپ کا لقب (کلمۃ اللہ) ہے۔

۴: آپ ابوالبشر ہیں آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا۔ آپ کو اپنا خلیفہ بنایا اور سارے نبیوں کا والد۔

تب اُن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

"کہ میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا۔ (تعجب سے مراد انبیاء اکرام کے درجات عالیہ پر تعجب وحیرت وافضل)

واقعی وہ ایسے ہی ہیں مگر خیال رکھو کہ:

"میں اللہ کا محبوب (۱) ہوں، فخر یہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا (۲) میں ہی اٹھائے ہوں گا۔ جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اُن کے سواء ہونگے۔ فخر یہ نہیں کہتا۔

میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول الشفاعت قیامت کے دن میں ہوں گا، فخر یہ نہیں کہتا۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کے دروازوں کی زنجیر ہلائے گا تب اللہ تعالیٰ جنت کا دروازہ کھولے گا پھر اس میں مجھے داخل کرے گا میرے ساتھ فقراء مسلمان ہوں گے، فخر یہ نہیں کہتا۔

میں سارے اگلے پچھلوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عزت والا ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ (مشکوۃ شریف 5513، ترمذی، دارمی)

اس حدیث مبارکہ سے آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص وکمالات اور عظمتوں سے بلند وبالا نظر آتی ہے۔ پروردگار عالم جل شانہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہمہ جہت صفات سے مزین وآراستہ فرما کر عالم دنیا میں انسانوں کی رہبری کیلئے مبعوث فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی کامل ترین ہستی ہیں۔ بے مثال سپہ سالار، بے عدیل رہبر، بہترین داعی حق بہترین مبلّغ، بے نظیر تاجر اور کائنات کے بہترین معلم وراہنما ہیں۔

۱: حبیب سے مراد اُن تمام صفات کا جامع جو دوسرے انبیاء کرام میں موجود ہیں۔

۲: اس سے مراد سارے نبی اس جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور حمد الٰہی کریں گے ہم (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اُن کے امام ہوں گے۔

بلاشک وشبہ میرے آقا تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس وراء الوریٰ ہے اول وآخر تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت، منبع رشد وہدایت اور ذریعہ و وسیلہ نجات ہیں۔ نباتات و جمادات جن کے تابع فرمان ہیں۔ الحمدللہ! ایمان والا بجا طور پر فخر کرتا ہے میرا تعلق ونسبت تاجدار ارض وسما، رحمت کون ومکاں علیہ تحیۃ والثناء سے ہے۔

نعمت عظمیٰ:

اللہ رب العزت جل شانہ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں یہ لفظ ''بے شمار'' محاورۃً نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے۔ یاد رکھیئے اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں زمین کے ذرات کو گن سکتا ہوں..... سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ ممکن ہے؟ کوئی آدمی تسلیم کرے گا؟ کہ کس طرح گنے گا؟ دعویٰ کرنے والا دلیل پیش کرے گا کہ میں ایک گرام مٹی کو لے کر اُسے تول کر پھر الیکٹرانک مائکروسکوپ کے ذریعے اُن ذرات کی گنتی کرلوں گا پھر ساری زمین کا حساب لگالوں گا کہ کل زمین کے ذرات کی کتنی تعداد ہے۔ جس کو تسلیم کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔ اسی طرح آسمان کی وسعت میں پھیلے ہوئے ستارے ہیں جن کا شمار بظاہر ناممکن نظر آتا ہے یعنی آپ نہیں گن سکتے، میں نہیں گن سکتا۔ گننا تو بہت دور کی بات ہے ان کی وسعت کا اندازہ بھی عنقا ہے۔ جرمن کی جدید رصدگاہ کے حوالہ سے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ کہکشاں جو آسمان پر ہمیں نظر آتی ہے اس کے طول وعرض کے سابقہ سارے اندازے غلط ہیں جرمن کے سائنس دانوں کے دعویٰ کے مطابق اس کہکشاں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لئے کئی ارب نوری سال درکار ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے نوری سال کی وضاحت ضروری ہے۔ یعنی نور ایک سال میں جو فاصلہ طے کرے وہ نوری سال کہلاتا ہے جبکہ نور کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ خود اندازہ لگائیے کہ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر یعنی تیس کروڑ میٹر کا فاصلہ طے کرنے والا نور ایک ارب سال میں کس قدر فاصلہ طے کرے گا تو جس کہکشاں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے

لئے نور کو کئی ارب سال درکار ہوں اُس ایک کہکشاں ہی کے ستاروں کو کس طرح گنا جا سکتا ہے پھر اس وسیع وعریض آسمان کے مقابلہ میں کہکشاں کو کیا حیثیت حاصل وہ آپ خود رات کے وقت دیکھ لیں کہ کہکشاں کتنی بڑی ہے اور اس کے مقابلہ میں آسمان کتنا بڑا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی دعویٰ کرے کہ میں آسمان کے سارے ستارے گن سکتا ہوں آپ اُسے جھوٹا تو کہہ سکتے ہیں مگر کافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ نہیں گن سکتا تو نہ سہی مگر اللہ تعالیٰ کی عطا سے کوئی تو گن سکتا ہے جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شب آسمان کی وسعتوں میں بکھرے ستاروں کو دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہو سکتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کس کی۔ فرمایا! عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے ستاروں کی گنتی بھی جانتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کی تعداد بھی۔ حضرت اُم المومنین نے عرض کیا کہ میرے ابا کی نیکیاں کدھر گئیں تو فرمایا اُن کی غار والی ایک رات کی نیکی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نیکیوں پر بھاری ہے۔

بہر حال بات ہو رہی تھی کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں زمین کے ذرات گن سکتا ہوں آسمان کے ستارے گن سکتا ہوں سمندر کے قطرات گن سکتا ہوں وہ جھوٹا تو ہو سکتا ہے مگر کافر نہیں لیکن جو یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گن سکتا ہوں کافر ہو جائے گا کہ یہ نصِ قطعی کا انکار ہوگا اب کائنات جل شانہ فرماتا ہے ان تعدّوا نعمت اللّٰہ لا تحصوھا۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔'' کمالِ نعمت تو یہ ہے کہ اس رب کائنات نے ہمارے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل فرما دیا اور اپنی ساری نعمتیں تم کو عطا فرما دیں۔'' سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ساری نعمتیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کوعطا فرمادیں پھر وہ نبی بھی ہمیں عطا فرمادیئے۔ سچ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اپنا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مبعوث فرمادیا۔ یہاں ایک اور بات قابل غور ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ 5/3 والی آیۂ کریمہ کے سیاق وسباق کی روشنی میں دیکھئے اب کائنات کی لاتعداد نعمتوں میں عقل۔ (الخ)

علم، فہم وشعور، نظر کا ہونا، قوت سماعت، قوت گویائی، ہاتھ، پاؤں اور اختیارات کامل جانا...... وغیرہ وغیرہ بے بہا انمول نعمتیں ہیں جو پروردگار عالم جَلّ شانہ کی عطا کردہ ہیں۔ اللہ عزوجل جب اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے ساری نعمتیں آپ کو عطا فرمادی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تمام نعمتیں عطا ہوگئیں تو کوئی نعمت باقی رہ جائے گی؟ نہیں بلکہ ربّ ذوالجلال نے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی پہلو سے تشنہ رکھا ہی نہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اس کائنات ہستی میں اللہ تعالیٰ کو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر پیارا کون ہوگا۔ جن کا وجود مسعود وجہ تخلیق کائنات ہے۔ اللہ رب العزت نے یہ جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں آخر کس کیلئے ہے اگر اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہیں فرمائی تھیں تو پھر آخر کون ہستی ہوسکتی ہے جو ان نعمتوں، نوازشوں اور عنائتوں کا حق دار ہوگا۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں کامل ترین شخصیت ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی وجود ساری مخلوق میں کامل واکمل ہو ہی نہیں سکتا خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ   کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: (یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہر عیب سے بچا کر آپ کو تخلیق کیا گویا کہ آپ کو اسی طرح پیدا کیا گیا جس طرح آپ نے چاہا۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو ناقص نہیں دیکھنا چاہتا وہ ہر اعتبار سے اپنے آپ کو کامل دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تردید نہیں فرمائی بلکہ تائید فرمائی۔ وَمَا ینطق عَنِ الْهَوٰی کی زبان اطہر سے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ

''اے اللہ! میرے حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔''

میرے آقا رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات وستودہ صفات اور ہر اعتبار سے کامل ترین ذات اقدس کو کائنات میں بھیجنے کے بعد اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (33/21)

تمہارے لئے (میرے محبوب) رسول کی زندگی ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کائنات ہستی سے مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہا ہے کہ اے دنیا والو! تمہارے لئے میرے محبوب کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو اس معیار پر پورا اترتا ہے وہی مقبول وکامیاب وکامران ہے جو اس معیار پر نہ ہوگا وہ مردود اور نامراد ہے اسی طرح جو کتاب ہدایت میں رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں ملی وہ بھی ہر اعتبار سے کامل واکمل ہے۔ خلاق عالم جل وعلا قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ (6/59)

''اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو اس روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔''

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس کتاب مبین سے مراد قرآن مجید وفرقان حمید ہے۔ اگرچہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے اللہ تعالیٰ نے

ماکان ومایکون کے علوم اس میں مکتوب فرمائے۔لیکن زیادہ تر مفسرین کا قرآن مجید کے بارے کتاب مبین ہونے پر اجماع ہے۔گویا قرآن مجید کی مثل عظیم البرکت کوئی کتاب نہیں ہے جو پروردگار عالم نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی جو تفصیلاً۔الکل شی...... جو ہر شے کی ممکن ترین تفصیل ہے۔پھر ولا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین(6/59) کوئی خشک وتر ایسی شے نہیں ہے جس کا ذکر اس کتاب مبین میں نہ ہو گویا قرآن مجید ہر اعتبار سے کامل واکمل ہے۔پروردگار عالم جَلّ شانہ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔(65/4)

''بے شک آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا اخلاق بڑی عظمت وشان والا ہے۔

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ نبی محتشم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اخلاق مقدسہ کے بارے ارشاد فرمائیے۔تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو کچھ قرآن کریم میں مکارم اخلاق اور صفات محمودہ مذکور ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے متصف تھے۔''شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید ذکر فرماتے ہیں کہ يُرْضِيْ بِرَضَاهُ وَيَسْخُطُ بِسَخَطِهِ ۔

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی قرآن کی خوشنودی کے ساتھ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی قرآن کی ناراضگی کے ساتھ تھی۔مطلب یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا امر الٰہی کی بجاآوری میں اور آپ کی ناراضگی حکم الٰہی کی خلاف ورزی اور ارتکاب معاصی میں تھی۔بادی النظر میں اس کے یہی معنی ہیں جو مذکور ہوئے۔اور ''عوارف المعارف'' میں مذکور ہے کہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ تھی کہ قرآن کریم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کا مہذب اخلاق تھا۔ قرآن کریم رب ذوالجلال کی لاریب کتاب ہے جو انسانیت کیلئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ حضور شافع روز النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کا ایک ایک لمحہ قرآن مجید کی مکمل ترین عملی تفسیر ہے۔

رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمہ جہت شخصیت کے جس پہلو پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں اُس کو سمجھنے کیلئے مذکورہ بالا بیان کی گئی گفتگو کو ذہن نشین رکھنا از حد ضروری ہے تا کہ آئندہ موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو مثلاً مائیکروفون کی مثال لے لیجئے کہ یہ ایک مکمل آلہ ہے اس کو مختلف میٹریل اور ایک خاص تکنیک سے ماہرین نے تیار کیا ہے۔ مائیکروفون کا نام لینے سے مراد بمعہ میٹریل کے جزئیات ہو گا نہ کہ صرف اوپر کا خول۔

اس لئے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر اعتبار سے کامل واکمل ہیں۔ اُن کی حیات مبارکہ قرآن مجید کی جیتی جاگتی تفسیر ہے نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے افعال آپ کے ارشادات عالیہ، چلنا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طرز معاشرت سیاسی، سماجی، عسکری، سب افعال قرآن پاک کی ہی تشریح ہے اور انسانوں کیلئے مکمل اسوۂ حسنہ۔

اسلام دین فطرت ہے اس نے ماننے والوں کو زندگی کے کسی موڑ پر تنہا نہیں چھوڑا۔ پیدائش سے لے کر قبر کی دیواروں تک ہر جگہ دین اسلام نے انسان کی مکمل ترین راہنمائی فرمائی ہے۔

پہلے ادیان کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وہ دین جو دین اسلام سے قریب ترین دین ہے۔ دین مسیحی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا کا کلمہ پڑھا جاتا تھا یہ میرے آقا رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے 600 سو سال پہلے کا دور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل حضرت موسیٰ کلیم اللہ

علی نبینا کا کلمہ پڑھا جاتا تھا اور اُن کی شریعت رائج تھی ان کی شریعتوں میں بنی نوع انسان کے لئے مکمل راہنمائی نہیں ملتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بالکل مجرّد زندگی بسر فرمائی، شادی نہیں کی دشمن سے مقابلہ کرنے کے بارے کچھ ارشاد نہیں فرماتے ہیں نہ شادی بیاہ کے متعلق، کسی کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں جھگڑا نہیں حتیٰ کہ دین مسیحی کی خاطر جہاد بھی نہیں ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موجودہ انجیل میں ارشاد موجود ہے کہ "اگر کوئی تمہارے گال پر ایک طرف تھپڑ مارے تو تم دوسرا گال آگے کر دو، تمہیں بدلہ لینے کی اجازت نہیں۔

انجیل مقدسہ میں ایک اور جگہ نقل ہے کہ کوئی تم کو ایک کوس (میل) بے کار (کہیں) لے جائے تو تم تین کوس اُس کے ساتھ چلے جاؤ انکار نہ کرو، اگر کوئی ظلما تیرے سر سے عمامہ اتار دے تو اپنی قمیض بھی اُسے اتار کے دے دے۔ بدلہ لینے کی اجازت نہیں دی ہے۔

اگر اس چیز پر عمل کیا جائے تو دین متین ختم ہو کے رہ جاتا ہے بلکہ انسان کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے اگر کسی مجرم کو سزا ہی نہ دی جائے، ظالم کا ہاتھ نہ روکا جائے، تو یہ خانقاہیں، یہ معبد خانے، مساجد! گرجا گھر کلیسا، سب کے سب منہدم ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اگر کسی کو روکا نہ جائے گا تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

اسی طرح دیگر ادیان میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں مکمل رہنمائی نہیں ہے۔ یہ دین اسلام میرے آقا علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ہے جس نے زندگی کے ہر ہر شعبہ میں رہنمائی فرمائی ہے اور یہ اللہ کریم کا امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے خلاق عالم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد کان ...... رسولا (3/164) کہ میں نے ایمان والوں پر احسان فرمایا ایسا شاندار رسول اُن کو عطا فرما دیا۔ قرآن پاک نے اسلامی معاشرہ کے قیام کے جتنے بھی

احکامات بیان فرمائے ہیں ہمارے آقا ومولا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر حرف بہ حرف عمل کر کے اُمت کیلئے عملی نمونہ پیش فرمادیا۔

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔

یعنی میں محاسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں مراد یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض صاحب خلق عظیم ہی نہیں بلکہ تمام اقسام اخلاق، سخاوت وشجاعت، عدل و احسان عفو وکرم، صدق وصبر، عفت وحیاء، عہد وپیاں، اخوت ومروّت، غیرت وحمیت، حسن معاشرت، صدق ووفا امانت ودیانت، زہد وتقویٰ، استقامت وحکمت، فصاحت وبلاغت ......وغیرہ تمام محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے تشریف لائے۔

آپ کسی بھی زاویہ نگاہ سے سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں آپ کو ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر اعتبار سے کامل ترین نظر آئے گی۔کوئی بھی معاصر کسی بھی پہلو سے نقص نہیں نکال سکتا۔

نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ بالا چند مکارم اخلاق کہ جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے اُن میں چند ایک کا ذکر خیر بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ ہم اپنی عملی زندگیوں میں اس سے مکمل راہنمائی حاصل کریں اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا وآخرت کی بھلائیاں سمیٹ سکیں۔

سخاوت

اپنا حق ملکیت کسی کو بلا غرض و امتیاز بخوشی عطا کر دینا سخاوت کہلاتا ہے۔

عربی زبان میں جود، کرم، سخا اور سماحت ایسے الفاظ ہیں جن کے معنی قریب قریب ہیں۔ لیکن لغت عرب کے ماہرین نے ان میں بڑا لطیف فرق بیان کیا ہے۔ جس کے سمجھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مترادف ہونے کے باوجود ان الفاظ میں انفرادیت موجود ہے۔

جواد: لغت و نحو کے امام نحاس ''جواد'' کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جواد وہ ہے جو مستحق کو عطا کرتا ہے اور جو سوال نہیں کرتا اس کو دیتا ہے اور جب دیتا ہے تو قلیل نہیں دیتا بلکہ کثیر دیتا ہے اسے فقر و افلاس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

اہل عرب موسلا دھار بارش کو مطر جواد، تیز رفتار گھوڑے کو فرسِ جواد، اور جو سائل کے سوال کرنے سے پہلے اس کی جھولی بھر دیتا ہے جواد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ جود اور سخا مترادف ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جواد کا مرتبہ سخی سے ارفع ہے۔

کرم: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''الشفاء'' میں کرم کا معنی بتاتے ہیں کہ ''ایسی چیز کو خرچ کرنا جو بڑی قدر و منزلت کی مالک ہو اور نفع بخش ہو اور خوش دلی سے خرچ کرنا، اس کو کرم کے لفظ سے تعبیر کیا جائے گا۔

السخا: السخا کسی قبیح چیز کے کسب کرنے سے مجتنب رہنا اور مال کو آسانی سے خرچ کرنا ہے۔

سماحت: کسی آدمی کی کوئی چیز کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے خوش دلی سے اس چیز کو اس سے واپس نہ لینا اور نظر انداز کر دینا سماحت کہلاتا ہے۔ (ضیاء النبی جلد پنجم ص: 318-319)

حضرت شیخ ابو علی وقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

سخاوت کے تین درجے ہیں۔ (۱) سخا، (۲) جود، (۳) ایثار۔ جو شخص خدا کو

اپنے نفس کیلئے قبول کرے اس کو صاحب سخی کہا جائے گا۔ جو خدا کو اپنے قلب کیلئے قبول کرے تو اس کو صاحب جود کہا جائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان کے لئے قبول کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ (تذکرۃ الدین 560)

مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلد ششم میں رقمطراز ہیں کہ سخاوت کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ''اپنا حق کسی کو معاف کرنا، اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دینا، اپنی ضرورت کا خیال کئے بغیر دوسرے کو عطا کر دینا، اپنی ضرورت روک کر کسی دوسرے کو دینا، دوسرے کے لئے اپنے جسم کی قوت کو خرچ کرنا، اپنے دماغ کی قوت کو خرچ کرنا، اپنی آبرو کو خطرہ میں ڈال دینا، اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دینا دوسروں کو بچانے کیلئے یا حق کی حمایت میں اپنی جان دے دینا، یہ سب سخاوت کی ادنیٰ واعلیٰ صفات ہیں جن کے امتیاز کے لئے الگ الگ نام رکھے گئے ہیں۔''

سخاوت: ارشادِ ربانی:

سخاوت انفاق فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کو یہ عمل انتہائی پسندیدہ ہے۔ جس کو قرآن مجید میں قرض دینے سے تعبیر کیا ہے اور قرآن پاک میں اس کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً۔

(البقرہ:245)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس قرض کو اس دینے والے کیلئے کئی گنا بڑھا دے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.......... وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔

(البقرہ 261-263)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی

طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہے اور ہر بالی میں سو دانہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر جو خرچ کیا ہو اس کے پیچھے (لینے والے پر) نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ (اسے کسی قسم کا) دکھ پہنچاتے ہیں تو انہی لوگوں کیلئے ان کا اجر ہے ان کے پروردگار کے پاس اور نہ اُن کو کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات کہنا اور بات کرنا بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے کسی کو کوئی دکھ پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے بڑے حلم والا ہے۔

سخاوت احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلسَّخَاءُ خُلُقُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ۔ (ابن حبان کتاب الثواب، الترغیب الترہیب ص290)

سخاوت اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم خلق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''کیا تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے خود ہی جواب میں فرمایا۔''

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے اور اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہوگا جس نے علم پڑھا پھر اپنے علم کو پھیلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے قبر سے اٹھائے گا تو وہ شخص فرد واحد نہیں ہوگا بلکہ پوری امت کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔ نیز وہ شخص سب سے زیادہ سخی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالٰی نے اس دین (اسلام) کو اپنے لئے خالص کر لیا ہے۔ لہٰذا (اے اہل اسلام!) سخاوت اور حسن خلق ہی تمہارے دین کو زیبا ہے۔ آلا فزینوا دینکم بھما۔ خبردار! اپنے دل کو ان دونوں خوبیوں سے آراستہ کرو۔ (طبرانی، الترغیب والترہیب 296/1)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ یُقَالُ لَہٗ بَیْتُ السَّخَاءِ" (طبرانی)

جنت میں ایک گھر ہے جسے ''بیت السخا'' کہا جاتا ہے۔ (جو اہل سخاوت کیلئے بنایا گیا ہے)

ابوالشیخ کے الفاظ ہیں کہ فرمایا۔ الجنۃ دارلاسخیاءِ جنت اہل سخاوت کا گھر ہے۔

(الترغیب والترہیب 296/1)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان شریف ہے۔

وَلِیُّ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا عَلَی السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

اللہ عزوجل کے ہر ولی کی فطرت سخاوت اور حسن خلق پر بنائی گئی ہے۔

(الترغیب، الترہیب)

اسے بھی ابوالشیخ نے روایت کیا ہے۔

سخی کی فضیلت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

''جس گھر میں سخی ہوں اس کی طرف رزق اونٹ کے کوہان کے گوشت میں چلنے

والی چھری سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پہنچتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"تَجَافُوْا عَنْ ذَنْبِ السَّخِيِّ فَإِنَّ اللّٰهَ اٰخِذٌ بِيَدِهٖ كُلَّمَا عَثَرَ۔"

سخی کے گناہوں کو نظر انداز کر دیا کرو کیونکہ وہ جب بھی ٹھوکر کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ اسے ابن الدنیا اور اصبہانی نے روایت کیا۔ نیز اسے ابن الشیخ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

(الترغیب والترہیب 297/1)

سخاوت کی ضد بخل (کنجوسی) ہے جس سے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بك من البخل او الکسل و ارذل العمر وعذاب القبر وفتنة المحیا ولممات ۔

اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، سستی سے، نکمی عمر سے (بڑھاپا جب اعضاء کام کرنا چھوڑ دیں اور اہل وعیال مرنے کی دعائیں مانگنے لگیں) عذاب قبر سے اور حیات وممات کے فتنے سے۔ (مسلم شریف، الترغیب۔ 290/1)

سخی کو فرشتوں کی دعا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب دو فرشتے نہ پکار رہے ہوں ان میں سے ایک فرشتہ یہ کہتا ہے۔ "اے اللہ تو سخاوت کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ تو بخیل کو ہلاک فرما۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کے چند گوشے:

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق میں صفت خیر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ان صفات کے مقابل کوئی آپ کی ہمسری نہیں کرسکا اور نہ کر سکے گا۔عرب کے لوگ اپنی سخاوت کے لئے زمانہ ماقبل اسلام میں بھی مشہور تھے جب ہم اس دور کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ عرب اپنی سخاوت پر فخر کرتے تھے تاہم ان کی سخاوت اللہ تعالیٰ کے واسطے یا بے غرض مقصد کے لئے نہیں تھی بلکہ خود پسندی کی علت تھی۔لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے واسطے تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس کا ذکر نہ کیا اور نہ ہی اس کا ذکر کیا جانا پسند فرمایا۔جب کوئی شاعر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کی تعریف کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھلائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتی یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے،اُسے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف منسوب فرماتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو ہوتا اسے تقسیم کر دینا پسند فرماتے تھے۔اعلان نبوت سے قبل ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جود وعطا کا شہرہ عام تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہونے تک تجارت میں مشغول رہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کافی دولت تھی بعدازاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دولت مند زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا......پہلی نزول وحی کے حالات سن کر ورقہ بن نوفل نے گواہی دی کہ۔

(آپ کو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں) آپ تو قرض کے بارگراں کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔جو نادار ہیں اُس کی ضرورت زندگی مہیا فرماتے ہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

☆......"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں ساری دنیا سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان جود وکرم نرالی ہوا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جب جبرائیل امین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔(شمائل ترمذی، مسلم شریف، ضیاء النبی 320/5)

☆......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بھی شے طلب کی گئی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں "نہ" فرمایا ہو۔

☆......ابن ابی خشیمہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا ضرور ذکر کرتے۔فرماتے کان اجود الناس کفا۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہتھیلی مبارک سے عطیہ دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میرے پاس اتنا سونا ہوتا جتنے تہامہ کے پہاڑ ہیں تو اس سارے سونے کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔تم مجھے نہ جھوٹا پاتے نہ بخیل۔(ضیاء النبی 326)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسلام کے زمانہ میں جس چیز کا سوال کیا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔ایک شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور دست سوال دراز کیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے اس کو صدقہ کی بھیڑ بکریوں سے بھری وادی عطا کردی۔ وہ اپنی قوم میں گیا اور اُن سے کہا۔ اے میری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنا عطا فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنے فقر وفاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔ (الوفا 498)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جود وعطا کا یہ عالم تھا کہ کوئی سائل خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ اگر پاس نہ بھی ہوتا تو قرض لے کر اُس سائل کو عطا فرما دیتے۔

☆......ایک دفعہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نوے ہزار درہم پیش کئے گئے حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ چٹائی پر ان کو رکھ دو۔ پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں تقسیم کرنے کیلئے خود کھڑے ہوئے۔ جو شخص بھی آیا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا یہاں تک وہ درہم ختم ہو گئے۔ اس کے بعد ایک سائل حاضر ہوا اس نے طلب کا دامن پھیلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تو اب کوئی چیز نہیں ہے البتہ ایسا کرو فلاں دکاندار کے پاس جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں میرے نام پر خرید لو۔ جب دکاندار میرے پاس آئے گا تو میں یہ رقم اسے ادا کردوں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے عرض کی۔ مَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ مَالَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ

"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ میں قدرت نہیں ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی۔

ایک انصاری حاضر خدمت تھا انہوں نے عرض کی۔

"اے اللہ کے پیارے رسول! آپ بے دھڑک خرچ کریں اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا رب جو عرش عظیم کا مالک ہے وہ آپ کو تنگ دست کردے گا۔

اپنے غلام کی یہ بات سن کر آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے

لگے، خوشی کے آثار رخ انور پر دکھائی دینے لگے اور فرمایا۔

بھذا اُمِرْتُ! مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

☆......ایک دفعہ ایک سائل بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور سوال کیا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک دوکاندار سے نصف دسق قرض لیا اور سوالی کو عطا فرما دیا۔ کچھ عرصہ بعد جس دوکاندار سے قرض لیا تھا وہ اپنا قرض مانگنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا نصف دسق واپس کرنے کی بجائے پورا دسق عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا نصف دسق قرض کی ادائیگی کیلئے اور نصف دسق تمہیں عطیہ دیا جاتا ہے۔ (ضیاء النبی)

☆...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ہم حنین سے واپسی کے موقعہ پر حبیب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اعراب اور بدوی لوگ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو چمٹ گئے ہر ایک ان میں سے عطا کا مسائل وطلب گار تھا حتی کہ انہوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ایک خاردار درخت تک جا پہنچایا جس سے آپ کی چادر مبارک اٹک گئی آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر میری طرف لاؤ اور فرمایا۔

کیا تم مجھ پر بخل کا اندیشہ کرتے ہو؟ اگر ان جھاڑیوں کی گنتی وشمار کے مطابق بھی سونا میرے پاس ہوتا تو میں لامحالہ اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ غلط بیانی اور کذب سے کام لینے والا اور نہ ہی جبان و بزدل۔ (الوفا:498)

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر (ہدیہ کے طور پر) لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے پہننے کیلئے بُنی ہے اسے میں آپ کو اوڑھانا چاہتی ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر قبول فرمائی اور آپ کی یہ حالت تھی

کہ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب نے آپ کو وہ چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ چادر کتنی اچھی ہے یہ تو مجھے دے دیجئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا (اور وہ چادر اُن صاحب کو عنایت فرمادی) پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس مجلس سے اٹھ گئے تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خود اس چادر کی ضرورت تھی اسی لئے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے قبول کرلی تھی اس کے باوجود تم نے اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مانگ لیا حالانکہ تم جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے۔

اُن صاحب نے کہا، خدا کی قسم میں نے یہ چادر اپنے پہننے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں مانگی میں نے تو اسے اس لئے مانگا کہ یہ میرا کفن ہے۔ آخر وہی چادر اُن صاحب کا کفن بنا۔ (ستر ستارے: 446، صحیح بخاری)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ وہ اونٹ بہت تھکا ہوا تھا بڑی مشکل سے قدم اٹھاتا تھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ان کا اونٹ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا ہے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چھڑی سے اسے کچوکا دیا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی چنانچہ وہ اونٹ (دعا کی برکت سے) بڑی تیز رفتاری سے چلنے لگا۔ اس سے پہلے وہ اتنا تیز نہ تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جابر یہ اونٹ مجھے فروخت کردو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ اور میری ماں حضور پر قربان ہوں میں یہ اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ از راہ بندہ پروری قبول فرمائیں۔ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مفت نہیں لوں گا قیمت ادا کروں گا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اونٹ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فروخت کر دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ جابر کو اس اونٹ کی قیمت ادا کرو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ "اِذهب بالثمن والجمل بارك الله لك فيهما"

"اے جابر! یہ قیمت بھی لے جاؤ اور اپنا اونٹ بھی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں تیرے لئے برکت دے۔"

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت:

حضرت عبداللہ بن زبیر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے اور منہ بولے بیٹے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں دو تھیلوں میں اسی ہزار درہم روانہ فرمائے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دن روزہ سے تھیں۔ مگر آپ نے صبح ہی سے طبق میں درہم رکھ کر فقراء ومحتاجین کو تقسیم کرنے تشریف فرما ہوئیں اور شام تک ساری رقم راہ خدا میں تقسیم فرما دی۔ ایک بھی درہم باقی نہیں رہا۔ شام کو خادمہ افطار کے لئے حسب معمول روٹی اور تیل لائی اور عرض کیا کہ اماں جان!

اگر آپ اس مال میں سے ایک درہم بچا کر اس کا گوشت منگالتیں تو آج اُسی سے افطار کر لیا جاتا۔ اُم المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

"اگر تم پہلے یاد دلا دیتی تو میں تمہاری خواہش پوری کر دیتی۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح سے شام تک تمام رقم راہ خدا میں فقراء و محتاجوں میں تقسیم فرما دی ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت:

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت رحم دل اور سخی تھیں جو کچھ ہاتھ آتا اسے نہایت دریا دلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بناتی تھیں اس سے جو آمدن ہوتی اسے راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی ہدیۃً بھیجی۔ آپ نے پوچھا اس میں کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا "درہم" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھیلی میں کھجوروں کی طرح" یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جیسے کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت:

اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی فیاض تھیں یہ خود اپنے دستِ بازو سے روزی کماتیں جو آمدن ہوتی راہِ خدا میں صدقہ کر دیتیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تمام امہات المومنین کا خطیر وظیفہ مقرر کر دیا تھا آپ کو جب یہ وظیفہ ملتا فوراً حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں ایک دفعہ سالانہ وظیفہ ملا تو اس کو اپنے رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر کے دعا کی "اے اللہ! آئندہ یہ مال مجھ کو نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا

آپ نے فرمایا۔"زینب بڑی ہیں۔ پھر مزید ایک ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے آپ نے وہ بھی فوراً خیرات کر دیئے۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر تاریخ اسلام کا بابِ سخاوت نامکمل ہے۔ آپ کی عالی سخاوت کی بناپر "غنی" آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں پیش کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف مال خدمت عالیہ میں پیش کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار اشرفیاں بارگاہ رسالت میں پیش کر دیں۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ بمعہ ساز و سامان بھی دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دنیاروں کو الٹ پٹ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بھی کرتا پھرے کوئی عمل اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت طلحہ بارگاہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! میں نے آپ کے پچاس ہزار درہم دینے ہیں۔ ابھی وہ یہ عرض کر ہی رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ کے خلوص کی وجہ سے آپ کو پچاس ہزار درہم معاف کئے جب کبھی آقائے نامدار تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر فاقہ ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گندم اور کھجوروں کی بوریاں ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیج دیتے۔

نزہۃ المجالس (ج ۲) باب مناقب عثمان میں ریاض النضرۃ کے حوالے سے ہے کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کی سخاوت سے خوش ہو کر یوں دعا

فرمائی۔ ''اللّٰھم ھذا عثمان رضیت عنه فارض عنه'' اے اللہ میں اس سے راضی ہو گیا تو بھی اس سے راضی ہو۔ (نورالابصار، ص:70)

حضرات القدس میں ہے کہ اس دعا کے راوی بیان کرتے ہیں کہ اس رات عشاء سے لے کر فجر تک حضور علیہ السلام بیدار رہے اور ساری رات حضرت عثمان کیلئے یہی دعا فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ شریف کو ایک غلام آزاد فرماتے اگر کسی وقت کوئی غلام نہ ہوتا تو اگلے جمعہ دو غلام آزاد فرماتے۔ یوں آپ نے دو ہزار چار سو غلام آزاد فرمائے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنت البقیع شریف کی زمین خرید کر دی، رفاہ عامہ کے لئے بیئر رومہ کو خرید کر وقف کر دیا۔ مسجد نبوی کی توسیع، اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے حجرات کی وسعت میں و دیگر امور میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ قحط سالی کے ایام میں ایک ہزار اونٹ غلہ منگوا کر فقراء مدینہ میں تقسیم کر کے رب العزت کے حضور سرفرازی پائی۔ (یاران مصطفیٰ مع وارثان خلافت راشدہ:609)

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کی سخاوت:

قارئین کرام تاریخ اسلام کے صفحات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گلشن اخلاق میں حب رسول، جوش ایمان، شوق جہاد، انفاق فی سبیل اللہ اور جود و سخا سب سے خوش رنگ پھول ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ بہت زیادہ سخی تھے۔ ایک دفعہ 8 ہجری میں سریہ سیف البحر یا جیش الخبط پیش آیا اس مہم کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے اور تین سو آدمیوں کے لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ حضرت سعد کے بیٹے حضرت قیس بھی شامل تھے مہم کے دوران سامانِ رسد ختم ہو گیا اور مجاہدین سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ قرض لے لے کر ذبح کرانے شروع کر دیئے جب نو اونٹ ذبح ہو چکے تو حضرت ابوبکر صدیق

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قیس کو روکا جائے ورنہ وہ اپنے باپ کا مال یونہی صرف کر دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مزید اونٹ ذبح کرنے سے روک دیا حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ واپس آ کر حضرت سعد بن عبادہ کو مسلمانوں کی مصیبت کا حال سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کراتے انہوں نے کہا میں نے تین بار ایسا کیا لیکن پھر مجھے روک دیا گیا جب حضرت سعد کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فلاں جملے کہے تھے تو انہیں سخت جوش آیا ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا۔

"ابو قحافہ اور ابن خطاب کی طرف سے کوئی جواب دے کہ وہ میرے بیٹے کو بخیل کیوں بنانا چاہتے ہیں۔"

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابہ کرام میں ہوتا ہے وہ اُن دس اصحاب میں سے ہیں جن کو ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی۔ آپ کا تعلق قریش کے خاندان بنو تمیم سے تھا۔ آپ بہت بڑے تاجر تھے ابن سعد کے قول کے مطابق ان کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا آپ جتنے صاحب ثروت اور متمول تھے اتنے ہی فیاض اور سخی بھی تھے۔ وہ اپنی دولت راہ حق میں بے دریغ لٹاتے رہتے تھے اور اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے اُن کے صاحبزادے موسیٰ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والد کو غزوہ احد میں طلحۃ الخیر، غزوہ تبوک میں طلحہ الفیاض، اور غزوہ حنین میں طلحہ الجواد فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ اپنی جائیداد سات لاکھ درہم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کی۔ یہ ساری رقم بھی انہوں نے راہ خدا میں لٹا دی۔

ایک اور موقع پر چار لاکھ درہم کی رقم ان کے پاس آئی تو انہوں نے ساری رقم اپنی قوم (بنوتمیم میں تقسیم کردی) قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ میں نے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ ایک اعرابی ان کے پاس سائل کی حیثیت سے آیا اور کسی رشتے کا واسطہ دے کر سوال کیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''اس سے پہلے کبھی کسی نے اس رشتے کا واسطہ دے کر مجھ سے سوال نہیں کیا تھا میرے پاس زمین ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ زمین تین لاکھ درہم میں خریدنے کے خواہش مند ہیں چاہو تو زمین لے لو اور چاہو تو اس کی قیمت۔

اعرابی نے نقد رقم لینی پسند کی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بخوشی عطا فرما دی۔

حضرت طلحہ اپنے قبیلے (بنوتمیم) کے غریب اور محتاج لوگوں کے مستقل کفیل بن گئے تھے مقروضوں کے قرض ادا کر دیتے تھے اور غریب لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی اپنے خرچ پر شادی کرا دیتے تھے۔ صبیحہ تمیمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا انہوں نے ان کا تمام قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔

علامہ ابن سعد اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی عقیدت تھی اور وہ ہر سال ان کی خدمت میں دس ہزار درہم پیش کرتے تھے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوات النبی کے مصارف کیلئے بالالتزام گرا نقدر رقوم پیش کرتے رہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں غزوہ ذی قرد کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں کیلئے پانی کا ایک چشمہ بیان صالح خرید کر وقف کر دیا۔ موطاء امام مالک میں حضرت سلمہ ابن رکوع سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ نے پہاڑ کے دامن میں ایک

کنواں خریدا اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بے شک اے طلحہ تم بڑے فیاض ہو۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جواد، کریم اور سخی تھے آپ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اور تین مرتبہ اپنا آدھا آدھا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے کچھ مانگا، آپ نے اسے پچاس ہزار درہم اور پانچ صد دینار عطا کئے اور فرمایا: ''کسی مزدور کو بلا لاؤ تا کہ وہ یہ اٹھا کر لے جائے۔ وہ شخص مزدور کو لایا تو آپ نے اپنی چادر اتار کر اسے دی اور فرمایا۔

مزدور کی اجرت بھی میری طرف سے ہوگی۔

ایک بار ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے دیکھا وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا۔ آپ نے گھر جا کر مطلوبہ رقم بھجوا دی۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صدقہ وخیرات اور جود وعطا میں بھی اپنے والد گرامی اور نانا جان کے مظہر اتم تھے۔ آپ کو نام ونمود سے غرض نہ تھی، خفیہ صدقہ کرتے اور فرماتے۔

''رات کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو، فردِ دل اور قبر کو منور اور بندے سے قیامت کے دن ظلمت وتاریکی کو دور کرتا ہے۔

دو مرتبہ تو آپ نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام مال راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔ آپ راتوں کو اپنی پشت مبارکہ پر روٹیوں کی بوری لاد کر نکلتے اور مستحقین کے گھر پہنچاتے۔ مدینہ منورہ کے متعدد نادار گھرانوں کی آپ کفالت فرماتے اور انہیں خبر نہ ہوتی کہ اُن کا خرچ کہاں سے آتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

ایک دن کوئی شخص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کی کہ میں درویش ہوں میرے اہل وعیال ہیں۔آج رات کیلئے کھانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میرا رزق آرہا ہے تھوڑی دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں آئیں۔ ہر تھیلی میں ہزار دینار تھے۔لانے والے نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کی ہے اور کہا ہے کہ ابھی یہ رقم اپنے خدمت گزاروں پرخرچ کریں اورانتظام کیا جارہا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچوں تھیلیاں سائل کو اٹھادیں اور فرمایا تمہیں بہت زحمت ہوئی۔اس وقت بہت انتظار کرنا پڑا ابھی کچھ پیش کر سکتے ہیں اگرہمیں معلوم ہوتا اس قدر زحمت تکلیف انتظار نہ دیتے۔کیا کریں ہم مبتلائے بلا ہیں دنیا کی راحتوں کوترک کرچکے ہیں۔اپنے مقاصد کھو چکے ہیں اور زندگی اوروں کی خاطر بسر کرنی چاہئے۔(کشف المحجوب138)

بنوہاشم اور بنوامیہ میں سخاوت کا مقابلہ:

حمید بن بلال کہتے ہیں کہ بنوہاشم اور بنوامیہ کے دوآدمیوں میں بحث چھڑ گئی۔ ایک نے کہا کہ میرا خاندان زیادہ سخی ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ ہمارا خاندان زیادہ سخاوت کرنے والا ہے۔ بالآخر یہ بات طے ہوئی کہ اپنے اپنے خاندان والوں سے چندہ کا تجربہ کرکے فیصلہ کیا جائے چنانچہ دونوں شخص اپنی اپنی مہم پر روانہ ہوئے۔اموی شخص نے اپنی قوم کے دس آدمیوں سے صرف ایک لاکھ روپے جمع کئے۔ جب کہ ہاشمی شخص اولاً عبیداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس گیا انہوں نے ایک لاکھ درہم عنایت فرمائے پھر سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا انہوں نے ایک لاکھ تیس

ہزار درہم دیئے پھر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ نے بھی انہیں ایک لاکھ تیس ہزار درہم دیئے اس طرح صرف تین حضرات سے تین لاکھ ساٹھ ہزار جمع ہو گئے۔ چنانچہ ہاشمی اپنے دعویٰ میں اموی پر غالب آ گیا۔ پھر یہ طے ہوا کہ یہ مال جن سے لیا ہے انہیں لوٹا دیا جائے چنانچہ اموی شخص اپنا جمع کردہ مال، لے کر مالکان کے پاس گیا اور پوری صورت واقعہ بتا کر مال واپس کر دیا۔ اور ان سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور ہاشمی شخص جب مال لوٹانے گیا تو اُن حضرات نے مال لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا! کہ ہم دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ (مکارم اخلاق:280)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت:

آپ کے زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ آپ پر ایک وقت ایسا آیا کہ تین دن تک کھانے کیلئے کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی۔ کوئی رقم پاس نہ تھی کہ جس سے کھانے کی چیز ہی خرید لیتے۔ کیونکہ آپ گیلان سے بغداد میں تحصیل علم کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آخر پریشانی کے عالم میں آپ ایوان کسریٰ کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ ایوان کسریٰ وہاں کا ایک مشہور مقام ہے اور یہ وہی محل ہے کہ جس کے چودہ کنگرے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت گر گئے تھے۔ آپ نے وہاں پر تقریباً ستر اولیاء کرام کو دیکھا جو آپ سے بھی زیادہ حاجت مند تھے اور اُن کے پاس پیٹ کی بھوک مٹانے کیلئے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ یہ صورت حال دیکھ کر واپس بغداد کی طرف چل دیئے۔ اثنائے راہ میں آپ کو ایک ناواقف شخص ملا اور اُس نے آپ کی خدمت میں سونے کا ایک ٹکڑا پیش کیا اور کہا۔ یہ ٹکڑا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے اخراجات کیلئے بھیجا ہے اور میں جیلان سے آیا ہوں۔ آپ نے اس شخص سے سونے کا ٹکڑا لیا اور بازار جا کر اسے فروخت کر دیا۔ اس سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور اُن اولیاء کرام کے پاس لے گئے اور اُن کو کھانا کھلایا۔ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سفیر (254_255)

اقوال:

☆......خلقت سے تکلیف دور کر کے خود اٹھالینا حقیقی سخاوت ہے۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......سخاوت اصل ہے مال کا۔اعمال پھل ہیں علم کا خوشنودی الٰہی کا پھل ہے اخلاص۔

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)

☆......میزان عمل کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

☆......دوسروں کے مال کی حرص نہ کرنا سخاوت ہے۔(حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)

☆...... اگر مجھے دنیا کی تمام دولتوں کے خزانے مل جائیں میں سب کے سب فقیروں میں اور مسکینوں پر خرچ کردیتا غریبوں اور حاجت مندوں کو کھلا دیتا۔(شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے دریا کی طرح سخاوت، سورج کی طرح روشنی اور زمین کی طرح عاجزی۔(حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......جس نے بھی نعمت پائی اس نے سخاوت کے عوض پائی۔(خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......سخاوت سچ بولنے والے پر ہے۔(بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

☆......دنیا کو جمع نہیں کرنا چاہیے جو کچھ ملے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، اور ذخیرہ نہ کرو

☆......جب صدقہ میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔دو عطا سے پہلے دو عطا کے بعد، ایک عطا کے بعد ہوتی ہے۔

(۱) عطا سے پہلے کی دو شرطیں: جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو (۲) کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام پر خرچ نہ کرے۔

(۲)......عطا کے وقت: تواضع اور ہنسی خوشی دے، پوشیدہ دے۔

(۳)......عطا کے بعد: جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔

(خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ)

احسان

احسان کے لغوی معنی نیکی، اچھا سلوک، بھلائی، مہربانی اور شکر کے ہیں۔عربی زبان میں احسان سے مراد اچھا کام کرنے اور کسی کام کو اچھے طریقے سے کرنے کے ہیں۔

احسان کا مادہ اشتقاق حسن ہے۔یعنی لفظ احسان حسن سے بنا ہے۔

لفظ احسان حَسَنَ، حَسُنَ، یَحْسُنُ، حُسْنًا سے ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے۔اس کا معنی حسن وخوبصورتی، خیر وخوبی، نیکی اچھائی اور بھلائی ہے۔

امام ابو منصور الازہری نے تہذیب اللغۃ میں حَسَنَ اور احسان کے بنیادی معنی کیلئے اللیث کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔(البقرہ۲:۸۳)

ترجمہ: اور عام لوگوں میں سے (بھی نرمی اور خوش خلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے قولا حَسَنًا یعنی لوگوں کے ساتھ اچھی، خوبصورت اور بھلائی کی بات کیا کرو۔الزجاج نے اس کے معنی بھی یہی کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ایسے انداز سے بات کیا کرو جس میں حسن، اچھائی، خیر، خوبصورتی اور بھلائی ہو۔اس لئے حسن سے حسین کا لفظ نکلا ہے۔المنذری نے ابوالہیثم سے روایت کیا ہے۔ حُسنًا اور حَسَنًا سے مراد شَیْءٌ حَسِنٌ ہے یعنی اس میں ہر کام کی خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے خواہ وہ خوبصورتی قول میں ہو یا فعل میں۔اخلاق میں ہو یا برتاؤ میں گویا حکم یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ صرف قول ہی خوبصورت اور بھلائی کے انداز میں نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ برتاؤ میں بھی نیکی بھلائی، خیر خواہی، اچھائی اور خوبصورتی کا حقیقی مظاہرہ ہونا چاہئے یہی احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بڑھ کر کوئی احسان کرنے والا نہیں۔وہ خالقِ کائنات و

مالک ہے اُس کے احسانات کے بے پایاں جلوے قدم قدم پر جلوہ نما ہیں اور رعنائیاں بکھیر رہے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔

(ابراہیم 34:14)

اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے، بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔

سورہ القصص میں ارشاد ربانی ہے۔

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔ (القصص 77:28)

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (الحجرات 17:49)

اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

قرآن مجید میں طرز عمل کے دو درجات بیان کئے گئے ہیں۔عدل اور احسان۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ (النحل 90:16)

ترجمہ: بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ انسان پر جس قدر دینا واجب ہے اس قدر دے اور جس قدر لینا اس کا حق ہو اس قدر لے مگر احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا واجب ہو اس سے زیادہ دے۔اور جس قدر لینے کا حق ہو اس سے کم لے گویا دینے میں بھی دوسروں پر بھلائی اور سخاوت سے کام لے اور دوسروں سے لینے میں بھی۔سو عدل کی جزا

عدل جبکہ احسان کی جزا احسان ہے۔

احسان کرنے والوں کیلئے جزا:

اللہ تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو اجر عظیم کی نوید سنائی اور انہیں اپنا محبوب قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (البقرہ195:2)

بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (آل عمران:134)

اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ (الرحمٰن55:60)

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس لئے حکم فرمایا گیا کہ جس طرح انسان دنیا میں ''احسان'' کی صورت میں دوسروں کو اس کے حق سے زیادہ دیتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ بھی آخرت میں احسان شعار لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ ۔ (یونس10:26)

ایسے لوگوں کیلئے جو احسان شعار ہیں نیک جزاء ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور احسان:

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ کے نام پر پناہ مانگے اُسے پناہ دو۔ جو اللہ کے واسطے سے تم سے سوال کرے اسے دو۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے نام کے طفیل تمہاری پناہ میں آنا چاہیے اسے

اپنی پناہ میں لے لو۔ اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے اسے اس کا بدلہ دو۔ اگر بدلہ دینے کی سکت نہیں پاتے تو اس کے حق میں اس قدر دعا کرو کہ تم سمجھنے لگو کہ بدلہ دے چکے ہو۔

(ابوداؤد، نسائی، الترغیب جلد اول: ص 383)

☆......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس بندے کے ساتھ نیک سلوک کیا گیا تو اس نے سلوک کرنے والے کو کہہ دیا۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ۔ اس نے پوری پوری تعریف کردی۔

ایک اور روایت ہے۔ جس پر احسان کیا گیا یا اس سے نیکی کی گئی اس نے نیکی اور احسان کرنے والے سے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے تو اس نے تعریف پوری کردی۔

(امام ترمذی، الترغیب ا: ص 384)

☆......حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ پس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت اُن بندوں سے ہے جو اُس کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر وہ لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ بُرا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ (بلکہ احسان کرو۔) (ترمذی)

☆......حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی احسان کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر نہ سمجھے پس اگر اپنے بھائی کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ پائے تو اتنا ہی کرے کہ شگفتہ روئی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے اور جب تم گوشت خریدو یا ہانڈی پکاؤ تو اس میں شوربا بڑھا دیا کرو۔ پھر چمچہ بھر اس میں سے اپنے پڑوسی کے لئے بھی نکالا کرو۔ (جامع ترمذی)

معاشرتی حسن واستحکام کی بنیاد۔احسان:

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات محسن اعظم ہے۔ رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات محسن کائنات، محسن انسانیت کی معراج پر ہیں۔ اللہ عزوجل نے انسان کو دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر اس پہ عمل پیرا ہو کر بہترین اُسوہ پیش فرمایا۔

احسان کرنا درحقیقت ایک اعلیٰ اخلاقی رویہ کا نام ہے جس کی معاشرہ میں ہمہ وقت ضرورت ہے۔ یہی معاشرے کے استحکام کا حسن ہے۔ اس لئے معاشرتی حسن واستحکام کو برقرار رکھنے کے لئے احسان پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

احسان سے مراد درحقیقت کسی عزیز واقارب، دوست، ہمسایہ، راہ گیر مسافر، بیمار، یتیموں، محتاجوں و دیگر مرحوم طبقات کی صرف مالی امداد کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ معاشرہ کے ہر وہ رویے جس بنا پر انسانیت کی فلاح ممکن ہو اور بے غرض اُن کے ساتھ بھلائی ونیکی کرنا احسان ہے۔ مثلاً کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دلا دی جائے۔ قصوروار کو معاف کر دیا جائے۔ دوسرے کی خطاؤں سے درگزر کیا جانا، غصہ کو پی لینا، کسی قرض خواہ کو ادائیگی قرض میں سہولت بہم پہنچا، تنگ دست مقروض کو قرض معاف کرنا، تنگ دست کی مالی اعانت کرنا ایسے سبھی انسانی رویے احسان پر ہی مبنی ہیں۔ جس پر عمل کرنے سے معاشرتی حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بدوی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ مقدس میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسی بات بتائیے جس کے کرنے سے بہشت نصیب ہو۔

نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہاری تقریر گو مختصر ہے لیکن تمہارا سوال بہت بڑا ہے۔ تم جانوں کو آزاد کرو اور گردنوں کو چھڑاؤ۔ اس (بدوی) نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا دونوں باتیں ایک ہی نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اکیلے کسی کو آزاد کرتے ہو تو یہ جان کا آزاد کرنا ہے۔ اور دوسرے کے شریک ہو کر کسی کی آزادی کی قیمت میں مالی امداد دینا گردن چھڑانا ہے اور لگاتار دیتے رہو اور ظالم رشتہ دار کے ساتھ (بھی) نیکی کرو، اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو بھوکے کو (کھانا) کھلاؤ اور پیاسے کو پلاؤ اور نیکی کرنے کا کہو اور برائی کے کام سے باز رکھو اور یہ بھی نہ کر سکو تو اپنے آپ کو بھلائی کے سوا اور (فضول ولایعنی) باتوں سے روکو۔ (مستدرک الحاکم، ج ۲، کتاب المکاتب) (شبلی نعمانی 234/6)

اسلام میں دوسروں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ عام حکم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔

(ممتحنہ 8:60)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ اُن کے ساتھ احسان کرو اور اُن سے انصاف کا برتاؤ ہو تو

بے شک انصاف کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو نا مسلموں پر صدقہ کرنا ثواب کا کام نہیں سمجھتے تھے۔ اسی پر یہ حکم آیا کہ ہدایت بخشنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔ تمہیں بلا امتیاز ہر ایک مسلم و غیر مسلم کے ساتھ نیکی کرنا اور اپنی نیت درست رکھنی چاہیے تم کو اپنی نیت کا ثواب ملے گا۔ (ابن جویر، ابن کثیر بحوالہ نسائی) سیرۃ النبی شبلی نعمانی 232)

سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

لَیْسَ عَلَیْکَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ2:272)

”انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لئے اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا (اجر) اور نقصان نہیں دیئے جاؤ گے۔

خواتین ہمارے معاشرے کی مرکزی کردار کا اہم حصہ ہیں۔ جس کے وجود سے کائنات کی افزائش و نمود ہے۔ بزم ہستی میں کھلے گل و گلزار کی مہکار اس وجود کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلام نے ان کے عظیم کردار کی بدولت ان کی عظمت کو بلند فرمایا ہے۔ اس وجود کے کئی رنگ ہیں۔ یہ ایک ماں ہے، بہن ہے، بیٹی ہے، بیوی ہے، بہو کی شکل میں گھروں کی افزائش کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان رشتوں کے تقدس کی مکمل پاسداری فرمائی اور ان رشتوں کے مطابق اُن کے ساتھ احسان و مروت کا حکم ارشاد فرمایا: ماں کے وجود کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ اولاد کو یہ نوید سنائی۔ اس ہستی کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ ان کے بارے حکم ربانی ہے کہ:

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ۔ (البقرہ2:83)

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے۔

سورہ النساء میں مستحقین احسان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اس کے دائرہ میں اضافہ فرمایا گیا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ (النساء4:34)

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ (ہمنشیں) کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنے باندی غلام سے۔

مفسرین کرام والدین کے ساتھ احسان کے بارے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''ادب و تعظیم کے ساتھ اور ان کی خدمت میں مستعد رہنا اور اُن پر خرچ کرنے میں کمی نہ کرو۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کس کی یارسول اللہ: فرمایا جس نے بوڑھے ماں باپ پائے یا اُن میں سے ایک کو پایا اور جنتی نہ ہوگیا۔ شاہ رفع الدین دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

اس آیت میں اول حق اللہ تعالیٰ کا، پھر ماں باپ کا، اور پھر اُن کا درجہ بدرجہ۔ (موضح)

والدین کے بارے قرآن مجید میں خصوصی تاکید آئی ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ (لقمٰن:14)

ترجمہ: ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا اور عجز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے رب جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پرورش کیا ہے تو بھی اُن کے حال پر رحمت فرما۔(بنی اسرائیل 24:23)

والدین سے حسن سلوک کرنے والوں کو قرآن مجید میں خوشخبری سنائی گئی ہے۔ سورہ الاحقاف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ۔(سورہ الاحقاف:14)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بد اعمال سے درگزر کر لیتے ہیں۔(یہ) جنتی لوگوں میں ہیں۔اس سچے وعدے کے مطابق جو اُن سے کیا جاتا ہے۔

☆...... حدیث شریف میں ہے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے والوں کی عمر دراز اور رزق وسیع ہوتا ہے۔(بخاری و مسلم)

☆......حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی سرپرستی کرنے والا ایسے قریب ہوں گا جیسے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی۔(بخاری شریف)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے۔

قریبی ہمسایہ سے مراد رشتہ دار ہمسایہ ہے۔غیر ہمسایہ سے مراد غیر رشتہ دار ہے۔ ہمسائیگی کے حقوق کی نگہداشت کے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں۔

ہمسایہ کے بارے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل مجھے

ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کرتے رہے۔اس حد تک گمان ہوتا تھا کہ اُن کو وارث قرار دیں۔(بخاری ومسلم)

محسنین میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ تاکید فرمائی:

اللہ کی قسم تم میں سے وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا ہمسایہ اُس کی شراتوں سے امن نہیں پاتا۔

الصَّاحِبِ بالجَنْبِ سے مراد مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یعنی بی بی یا جو صحبت میں رہے یا رفیق سفر ہو یا ساتھ پڑھے یا مجلس ومسجد میں برابر بیٹھے۔(کنزالایمان)

وَابْنِ السبیل سے مراد راہ گیر، مسافر۔اکثر سلف صالین کے نزدیک مہمان مراد ہے۔حدیث مبارکہ میں ہے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھے اُسے چاہیے مہمان کا اکرام کرے۔(بخاری ومسلم)

وَمَامَلَکت ایمانکم سے مراد تمہارے غلام کنیز۔دورِ حاضر میں اس سے مراد گھر، دوکان اور کارخانوں،ملوں کے ملازم اور نوکر چاکر بھی آجاتے ہیں۔غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث مبارکہ میں بھی بڑی تاکید آئی ہے۔دمِ رخصت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔

ہنستے بستے گھر میں اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہوجائے،نوبت طلاق تک آجائے تو بھی مرد کو ہی مطلقہ خواتین کے ساتھ بھی احسان کا حکم دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔(البقرہ:229)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 236 میں مزید تاکید آئی۔

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔

اور اُن کو کچھ برتنے کو دو، مقدر والے (صاحب حیثیت) پر اس کے لائق، اور تنگ دست پر اس کے لائق (حیثیت) حسب دستور کچھ برتنے کی چیز، یہ واجب ہے بھلائی والوں (محسنین) پر۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ کچھ برتنے کو دینے سے مراد تین کپڑوں کا جوڑا، جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو قبل دخول طلاق دے دی ہو، اس کو تو ایک جوڑا دینا واجب ہے اور اس کے سوا ہر مطلقہ کیلئے مستحب ہے۔ (مدارک) (نعیم الدین مراد آبادی ﷫)

اسلام میں معاشرتی ہر عمل کی راہنمائی فرمائی ہے۔ عفو و درگزر، تواضع و انکساری، حلم و بردباری اور عدل و احسان وغیرہ بے شمار ایسے امور ہیں جن پر عمل پیرا ہونے میں ہی حقیقی معاشرتی حسن قائم رہ سکتا ہے اور معاشرے میں پائیدار امن برقرار رہتا ہے۔

نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا مسلم اُمہ میں تشریف فرما ہونا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (آل عمران 164)

بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات ہی انسانوں کیلئے احسان عظیم ہیں۔ عفو و کرم، جود و عطا کے تمام واقعات میں احسان، کا تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

اقوال:

☆......حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد گرامی ہے احسان کرو خواہ ناشکرے پر ہو کیونکہ وہ میزان میں شکر گزار کے احسان کے احسان سے بھاری ہوگا۔

☆......کسی پر احسان کرو تو اس کو چھپاؤ اور اگر تم پر کوئی احسان کرے تو اُسے ظاہر کرو۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆......احسان کا بدلہ اتارنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے شکر ادا کر۔ (حضرت علی ﷛)

☆......احسان تین چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ (۱) اس کو چھوٹا سمجھے تو بڑا بن جائے۔ (۲) اس کو پردے میں رکھنے سے یہ تمام یعنی پورا ہو جائے گا۔ (۳) یہ کہ اس میں جلدی کرنے سے خوشگوار ہو جائے گا۔ (حضرت امام جعفر صادق ﷛)

☆......حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب کسی ضرورت کا سوال ہوتا تو فی الفور پورا کر دیتے اور فرماتے مجھے ڈر ہے کہ میں اس میں دیر کروں تو میرا دوست اس سے مستغنی ہو جائے اور مجھ سے ثواب جاتا رہے۔

☆......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تین خصلتوں کے بغیر احسان پورا نہیں ہوسکتا۔ (اول) اس میں تعجیل کرنا، جلدی کرنا (دوم) عطا کرنے والے مطعی کی نظر میں اس کا کم ہونا۔ (سوم) اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔

☆......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ میرا دوست مجھے تین دفعہ ملے اور میں اسے کچھ نہ دوں۔

☆......حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سود کو صرف اس لئے حرام کیا ہے کہ لوگ احسان سے نہ رکیں۔

☆......حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں احسان کرنے والا کبھی نہیں گرتا اور اگر بالغرض گر بھی جائے تو ذلیل نہیں ہوتا۔

☆......دو خصلتیں مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ اول کسی بھی مخلوق کا احترام نہ کرنا۔

دوئم خالق کے احسان کو ٹھکرا دینا۔ (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔ (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے اور صدقہ سے بہتر ہے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......احسان اور کارِ خیر کبھی مردہ نہیں ہوتے۔ محسن مرجاتا ہے لیکن اس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ اسی طرح ظلم بھی زندہ رہتا ہے اور ظالم مرجاتا ہے۔ (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

☆......حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آج کل نیکی اور احسان برائی کی سیڑھی بن گیا ہے حتیٰ کہ لوگ کہتے ہیں اس شخص کی شرارت سے بچو جس پر احسان کیا ہے نیز فرماتے ہیں بُرا احسان یہ ہے کہ سائل کو تیرے پاس سوال کی ضرورت ہو اور وہ تجھ سے شرم کھائے اس صورت میں تیرا احسان اس کی شرمندگی کی مکافات نہ کرے گا۔ مناسب یہ ہے کہ تم خود اپنے دوست کے حالات کی تفتیش کر کے اس کی ضرورت پوری کر دو اور اس کو سوال کی نوبت نہ آئے۔

☆......حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احسان اٹھ گیا اور تجارت باقی رہ گئی لوگ اپنے دوست کو کوئی چیز اس لئے دیتے ہیں کہ وہ انہیں بدلہ دے۔

☆......حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیکی یہ ہے کہ اگر دوست نے تجھ سے کچھ لیا تو تو اس کا احسان مند ہو کیونکہ اگر وہ نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ملتا نیز اس نے تجھے سوال کیا اور اس کو تیرے سوا کسی سے بھلائی کی امید نہ تھی۔

☆......حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اگر کسی کو مجھ سے کچھ ضرورت ہو تو وہ کاغذ پر لکھ کر بھیج دے اس لئے کہ میں مسلمان کے چہرے پر سوال کی ذلت کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ سوال بخشش سے بڑھ کر ہے خواہ بخشش بہت ہی زیادہ ہو۔

☆......حضرت ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ کسی شخص کو روٹی کا ٹکڑا یا کوئی ٹوٹی ہوئی چیز نہ دیتے تھے اور نہ کوئی مستعمل کپڑا دیتے تھے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ میرا اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہو اور اس میں ردی اشیاء ہوں جو میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوں۔

عفوو کرم

''عفو'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی معاف کرنا، بخشش کرنا، درگزر کرنا، بدلہ نہ لینا، مٹا دینا ڈھانپ لینے اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں ''عفو'' سے مراد کسی کی زیادتی و برائی پر انتقام کی قدرت و طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا ''عفو'' کہلاتا ہے۔

''عفو'' کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی معاف کر دے، خواہ طبیعت اس پر آمادہ نہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل کی رضا و خوشی کے ساتھ معاف کر دے اور اگر ممکن ہو تو اس کے ساتھ کچھ احسان بھی کرے۔

''عفو'' صفت الٰہی:

''عفو'' اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور امتیازی صفت ہے اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے عفوا (درگزر کرنے والا) غَافِرْ، غفورْ اور غفّارْ (معاف کرنے والا)

قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ نے دو جگہ اپنے آپ کو غَافِرْ (بخشنے والا) پانچ دفعہ غَفّارْ (بڑی بخشائش کرنے والا) اور اتنی ہی دفعہ عَفُوْ (معاف کرنے والا) اور ستر (70) سے زیادہ آیتوں میں غَفورْ بخشنے والا کہا ہے۔ اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنے بندوں پر شان رحمت و کریمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے عفوو کرم کا سمندر کس زور و شور سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ٥ (النساء 43:4)

بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیرًا۝ (النساء4:149)

بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ42:25)

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور برائیوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان صفات سے متصف فرمایا اور عفو وکرم کی تلقین فرمائی اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ۔ (آل عمران3:159)

اے محبوب (علیہ السلام) لوگوں سے درگزر کریں اوران کے لئے استغفار کریں۔

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝ (المائدہ:13)

پس (اے محبوب علیہ السلام) آپ معاف فرمائیے اور درگزر فرمائیے (دشمنوں کو) بیشک اللہ پسند فرماتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

سورہ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ۝ (الاعراف:199)

اے محبوب معاف کرنا اختیار کیجئے اور بھلائی کا حکم دیجئے۔اور نادانوں کی طرف سے رُخ انور پھیر لیجئے۔

جب یہ آیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت فرمایا۔حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: میں اللہ عزوجل سے پوچھ کر عرض کروں گا چنانچہ وہ (رب للعالمین کے حضور) گئے اور (واپس دربار نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں) آئے پھر عرض کیا۔

"اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ آپ اس

سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے اور اس کو عطا فرمائیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور اس کو معاف فرمادیں جو آپ پر ظلم کرتا ہے۔ (تفسیر ابن جریر جلد 9: ص 105، تفسیر در منثور جلد ۳: ص 628، اخلاق النبی ص 6، شفا شریف جلد اوّل ص 120 بارھویں فصل)

اس آیت کی تشریح میں صاحب تفسیر ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تادیب وتربیت کرتے ہوئے تین مکارم اخلاق کو اپنانے کا حکم دیا ہے

(1)...... جو قصور وار معذرت طلب کرتا ہوا آپ کے پاس آئے اسے کمال فراخدلی اور شفقت سے معاف کردیجئے۔

بدلہ اور انتقام لینے پر اصرار نہ کیجئے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آپ گناہ گاروں کو معاف فرمادیں۔

(2)...... مفید اور عمدہ چیزوں کے کرنے کا آپ لوگوں کو حکم دیں۔

(3)...... جاہل اور ناسمجھ لوگ اگر آپ کو بُرا بھلا کہیں تو اُن سے الجھئے نہیں۔

حضرت امام جعفر الصادق علیہ وعلی آباہ السلام نے فرمایا۔

''قرآن کریم میں اخلاق حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے۔''

ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے متصف ہونا چاہئے خصوصاً اس طبقہ کو جن کے ذمہ اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ ہے انہیں خصوصی طور پر اپنے آپ کو اِن خصائل حمیدہ سے مزین کرنا چاہئے۔ ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے توریت اور انجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بیان فرمائی۔ لیس بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ۔ یعنی آپ نہ بدخلق ہونگے اور نہ سخت دل بلکہ معافی اور درگذر سے کام لیں گے۔ (شفا شریف۔ حصہ اول۔ ص 266 چودھویں فصل)

متقیوں کے اوصاف اور عفوو درگزر کا اجر:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (آل عمران 140)

ہر حال میں راہِ خدا میں دینا اور دوسرا لوگوں کو معاف کرنا اور درگزر کرنا اور ان کے لئے دو جزائیں۔ ایک خدا کی مغفرت اور دوسری وسیع جنت۔

دوسرے کے قصوروں کو معاف کرنے والوں سے اللہ رب العزت جل شانہٗ نے ایک اور وعدہ فرمایا ہے۔

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ط
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النور:22)

ترجمہ :اور چاہے کہ یہ لوگ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم اس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (الشعراء43)

ترجمہ: ”جو شخص (مصائب و آلام میں) صبر کرتا ہے اور جو شخص مخالفین (کے جور و جفا) کو معاف کرتا ہے تو بے شک یہ طرزِ عمل ان امور میں سے ہے جن کی شان بڑی بلند ہے۔“

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ
وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (التغابن:14)

اے ایمان والو! تمہاری عورتیں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہے پس ان سے بچتے رہو اور معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات بینات میں عفوو درگزر کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ ایسے بندوں کی مغفرت فرمائے گا۔ اور وسیع جنت بطور انعام ملے گی۔ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور اللہ رب العزت کے دربار عالیہ میں اس کی شان بہت بلند ہوگی۔

فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ عادتاً برے لفظ استعمال کرتے اور نہ تکلفاً اور نہ ہی آپ بازاروں میں چلاتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کرتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عفو و درگزر کرنے سے اللہ تعالیٰ آدمی کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ (مسلم)

رب کا انعام:

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رب العالمین اپنے کسی بندہ کو انعام دینا اور اس کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے تو اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دیتا ہے۔ پس اگر وہ شخص ظلم کو برداشت کرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے انعام کا مستحق ٹھہرتا ہے ورنہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ظالم پر بددعا کی اس نے اپنا انتقام لے لیا۔

چور کو دعا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار سے کچھ سودا خریدا۔ اور قیمت دینے کے لئے اپنے عمامہ میں سے درہم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لئے ہیں لوگ اس چور کو بددعا دینے لگے تو آپ نے فرمایا، الٰہی! اگر اس کو کچھ حاجت تھی اور لے گیا ہے تو اس کو برکت دے کہ اس کا کام نکل جائے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لے گیا ہے تو اس کے گناہ کو معاف کر دے۔

اُم المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا کسی عورت کو نہ کسی خادم کو۔ البتہ جہاد فی سبیل اللہ میں قتال فرمایا اور جب بھی آپ کو کچھ نقصان پہنچایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے اس سے انتقام نہیں لیا اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کی جائے پھر آپ اللہ عزوجل کے لئے انتقام لیتے۔(مسلم شریف 5929 کتاب الفضائل)

آقا علیہ السلام کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً دس سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شب و روز خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل رہی۔آپ فرماتے ہیں کہ اس طویل عرصہ میں میرے آقا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے:

فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍ وَّ لَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ۔

کبھی اف تک نہ کہا نہ یہ کہ کیوں کیا اور کیوں نہ کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص بیان کرتے ہوئے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَمْ یکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَجْزِی السَّیئَۃَ بِالسَّیئَۃِ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَ یَصْفَحُ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہ لیتے تھے بلکہ آپ معاف فرمادیتے اور درگزر فرماتے۔

ہم اپنے معاشرے میں ذرا ذرا سی بات پر سیخ پا ہو جاتے ہیں لڑائی جھگڑے، فتنہ فساد تک نوبت آجاتی ہے اپنے پرائے کی بات برداشت سے باہر ہو جاتی ہے جس وجہ سے انسانی ماحول کشیدگی اور تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں بدامنی، بے راہروی جیسے جرائم جنم لیتے ہیں۔

اگر انسان اپنے اندر عفو و درگزر اور رحم و کرم کا جذبہ پیدا کر لے تو بہت جلد گھریلو، سماجی، معاشرتی، بدامنی کا خاتمہ ہو جائے۔اور معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے جس کے نتیجہ میں خوشحالی اور بابرکت ماحول جنم لے گا۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان صفات کو اپنا کر اکھڑ معاشرے میں ایسا بے نظیر انقلاب برپا کر دیا کہ پوری انسانیت جس کے ثمرات سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

آیئے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عفو وکرم کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

نبی رحمت ﷺ کی شان عفو وکرم...... چند دل پذیر واقعات:

☆......فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی بطور فاتح مکہ، حرم کعبہ کی چوکھٹ تھامے ہوئے اپنے رب ذوالجلال کی حمد و کبریائی نہایت عجز وانکساری سے فرما رہے تھے۔ آپ کے جانثار فرزندان اسلام کا جوش و ولولہ قابل دید تھا۔ فضا نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ اور ظالم کفار مکہ کا جم غفیر سامنے حاضر تھا۔ وہ کفار کہ جو اعلان نبوت کے بعد آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔

جنہوں نے آپ پر راہ چلتے آوازے کسے، راستے میں کانٹے بچھائے۔ حالت سجدہ میں اونٹ کی غلاظت بھری اوجھڑی پشت مبارک پر لادی۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو شور مچاتے، وہ سرداران مکہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بمعہ خویش واقارب، آپ کے قبیلہ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق پر لبیک کہنے والوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا۔ یہاں تک کہ محصورین کے کھانے پینے کی اشیاء کی فراہمی پر پابندیاں لگا دیں گئیں۔ بچے بھوک اور پیاس سے بلکتے تھے بوڑھے عاجز اور لاچار ہو گئے مگر ان بے رحموں اور سنگ دلوں نے بالکل رحم نہ کیا۔ آپ کے لئے سرزمین مکہ کو تنگ کر دیا گیا۔ ان ظالموں نے ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آرام سے بیٹھنے نہ دیا بلکہ حملے پر حملے کرتے رہے حتیٰ کہ متواتر ظلم کا بازار گرم رکھا حتیٰ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ستانے سے گریز نہ کیا اس وقت انہی صفوں میں آپ کے شیر دل محبوب چچا اور رضاعی بھائی سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل وحشی بھی موجود تھا اور وہ بھی موجود تھے جنہوں نے ان کے جسم اطہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بے حرمتی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے کلیجے کو چیرا گیا۔ کلیجے کو چبانے والی ہندہ بھی نقاب اوڑھے چھپی بیٹھی تھی۔

الغرض گستاخان نبوت کا یہ ہجوم لرزاں و ترساں تھا۔ جو بھی آپ کے رحم و کرم کے متمنی تھے۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب مظلوم کو ظالم پر تسلط ہو جائے تو گن گن کر ایک ایک ظلم کا بدلہ لیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ نہایت آسان موقع تھا کہ ہر ظالم سے پورا پورا بدلہ لے کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے شمع رسالت کے پروانے صرف ایک اشارے کے منتظر تھے۔

ظالموں کو سامنے پا کر میرے رحیم و کریم آقا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لب ہائے نبوت وا فرمائے۔ اور دشمنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟

کفار مکہ آپ کے دشمن ضرور تھے مگر آپ کے سراپائے لطف و کرم اور مجسمۂ شرافت و شفقت سے خوب آشنا تھے۔ انہوں نے بیم و رجا میں ڈوبے اور امید افزاء لہجے میں عرض کی۔

نَظُنُّ خَيْرًا نَبِيٌّ كَرِيْمٌ وَّ اَخٌ كَرِيْمٌ وَّ ابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ وَ قَدِرْتَ۔

"ہم حضور سے خیر کی امید رکھتے ہیں، آپ کریم نبی ہیں، کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو قدرت و اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔

قارئین کرام! آخری الفاظ نہایت غور طلب ہیں۔ "ابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ" ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں۔ انہوں نے آپ کو ہی کریم تسلیم نہ کیا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے کریم و شفیق ہونے کی شہادت بھی دی ہے۔

اس موقع پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس عفو و درگزر اور جود و کرم کے بے مثال گراں قدر جواہر لٹائے یہ طرۂ امتیاز شانِ مصطفوی ہی کو زیبا تھا۔

رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی۔"

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

اِذْهَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جاؤ چلے جاؤ۔ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (ضیاء النبی 4/445-446)

عزیزان گرامی! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عفوودرگزر فرماتے ہوئے جود وکرم کے ایسے دریا بہائے کہ کفار نے جوق درجوق حلقہ بگوش اسلام ہو کر اپنے تن من کو گناہوں کی آلودگی سے پاک صاف کر لیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے کر اپنے سابقہ گناہوں کو بے نشاں کر کے ایسے ہو گئے جیسے ماں نے آج ہی جنم دیا ہو۔

☆......مروی ہے کہ غزوہ احد میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس چہرہ انور لہولہان ہو گیا۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سخت گراں گزری۔ سب نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر بددعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں لعن کرنے والا نہیں بھیجا گیا لیکن مجھ کو اللہ کی طرف بلانے والا اور رحمت فرمانے والا بھیجا ہے۔

اے خدا! میری قوم کو ہدایت دے وہ مجھ کو نہیں جانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی نافرمان قوم کے لئے یوم دعا کی۔ (پ:29: سورہ نوح:26)

"اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔"

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس طرح ہم پر بددعا فرماتے تو ہم آج تک ہلاک ہو جاتے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کمر دوہری کی گئی آپ کا چہرہ انور زخمی کیا گیا اور آپ کے اگلے چاروں دانت شہید کئے گئے باوجود اس کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ خیر کے سوا بددعا سے انکار ہی فرمایا اور ارشاد فرمایا۔"اے خدا میری قوم کو معاف فرمادے یہ ناسمجھ ہیں۔"

قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ بالا ارشاد پر غور کرو کہ اس میں کس قدر فضیلت، درجات، احسان، حسن خلق، کرم نفس، غایت صبر اور حلم جمع ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اِن سے سکوت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ معاف بھی فرمادیا۔ پھر شفقت و محبت فرماتے ہوئے اُن کے لئے دعا اور سفارش بھی فرمائی۔

پس فرمایا: اے خدا ان کو بخش دے یا فرمایا ان کو ہدایت دے، پھر شفقت و رحمت کا سبب بیان فرمادیا کہ لِقَومِی کہ یہ میری قوم ہے۔ پھر ان کی عذر خواہی کے طور پر ان کی جہالت کی وجہ میں فرمایا فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "یہ ناسمجھ ہیں۔" (کتاب الشفاء 121-1222)

ابولہب کے بیٹوں سے درگذر اور کرم:

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صادق و امین کہنے والے آپ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ ان دشمنوں میں آپ کا حقیقی چچا ابولہب اور اُس کی بیوی اُم جمیل بھی پیش پیش تھیں۔ دونوں میاں بیوی آپ کے سخت مخالف ہو گئے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ و عزیز و اقارب کو جمع فرما کر دعوت حق کا پیغام پہنچایا تو ابولہب نے بُرا مناتے ہوئے نہایت غصے میں کہا:

تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔ (صحیح بخاری)

ابولہب کا یہ کہنا تھا کہ عرشِ اولیٰ پر رب ذوالجلال کو جلال آ گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سورہ لہب کی آیات لے کر دربارِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم میں حاضر ہوئے۔ جس میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوگیا، نہ اُس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب بھڑ کنے والی آگ میں جائے گا اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگئی۔ (القرآن)

جب تک مسلمان قرآن کی تلاوت کرتے رہیں گے ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹنے اور اُس کی بیوی کے گلے میں کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہونے کی، بددعا ہوتی رہے گی اور گستاخانِ رسول کو اُن کے انجام کی آگاہی جاری رہے گی۔

مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے دشمن بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سیدہ اُم کلثوم وسیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طلاق دلوا کر آپ کو ذہنی صدمے سے دوچار کر دیا مگر قربان جائیں ایسے رحیم وکریم آقا پر جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ ''آپ کے بھائی (ابولہب) کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں وہ مجھے نظر نہیں آ رہے؟

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جس طرح دوسرے مشرک چھپے پھرتے ہیں وہ بھی سامنے آنے کی جسارت نہیں کر رہے۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دریائے کرم جوش مار رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ اور اُن دونوں کو میرے پاس لاؤ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اُن کے پاس گئے اور انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو

اسلام قبول کرنے کی دعوت دی دونوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اُن کے مشرف با سلام ہونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو از حد مسرت ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اپنی دعائے خیر سے نوازا۔ پھر کھڑے ہوکر دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ملتزم کی طرف تشریف لے گئے اور کچھ وقت تک دعا فرماتے رہے۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رخ اقدس فرط مسرت سے چمک رہا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے آج حضور کے رخ انور پر مجھے مسرت کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اس رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے بیٹوں کو اپنے رب سے مانگا اور میرے رب نے مجھے یہ دونوں عطا فرمادیئے ہیں، اس لئے میرا دل آج بہت مسرور ہے۔ (ضیاء النبی 4/468-467)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجرم سے حسنِ سلوک:

صاحب اولاد انسان کو اپنی جان سے زیادہ اپنی اولاد عزیز ہوتی ہے اُن کا کوئی دکھ تکلیف والدین کو گوارا نہیں ہوتا۔ بیٹیاں تو پھر والدین کو عزیز تر ہوتی ہیں اُن کو کسی قسم کا کوئی رنج والم ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ عفو وکرم اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ۔

نبیٔ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے وقت آپ کی دو صاحبزادیاں سیدہ فاطمۃ الزہرہ اور سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا شادی شدہ ہونے کی بنا پر مکہ مکرمہ میں اپنے خاوند ابو رافع کے پاس مقیم تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دولت ایمان سے مبرور تھیں جبکہ اُن کا خاوند ابھی تک ایمان نہیں لایا تھا جنگ بدر میں جب ابو رافع قید ہوا تو اس کو بغیر فدیہ لئے فقط اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ

لختِ جگر رسول عربی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ میں بھیج دے گا۔

حسب وعدہ جب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ عازم سفر ہوئیں تو مکے کے بد بخت کافر ہبار بن اسود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ پر حملہ آور ہوا اور ایسا کچوکا مارا کہ شہزادی کونین جگر گوشہ رسول عربی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہودج سے ایک چٹان پر جا گریں۔ اور اس وجہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا جس وجہ سے آپ بیمار ہو گئیں۔ جس کا آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جرم کے پاداش میں اسے قتل کرنے کا حکم ارشاد فرما دیا تھا۔ ہبار بن اسود کو جب اپنے انجام کی خبر ہوئی تو وہ ڈر کر بھاگ نکلا۔ مگر جب اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عفو و کرم کا شہرہ سنا تو فوراً حاضر خدمت ہو کر ایمان کا طلب گار ہوا۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کمال عفو و درگزر فرماتے ہوئے اُسے معاف فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ۔

اے ہبار! میں نے تجھے معاف فرما دیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تجھے ہدایت دی اور جب انسان اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام اس کی سابقہ بدکرداریوں اور خطاؤں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

اعرابی کی شدت پسندی پر انعام:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایک گاڑھے کی چادر حاشیہ دار تھی (جس کے کنارے بڑے کھردرے تھے) اس کو ایک اعرابی نے شدت و سختی سے کھینچا یہاں تک کہ چادر کے حاشیہ کا اثر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر نمودار ہو گیا۔ (جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شدید تکلیف ہوئی)

پھر اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرے ان اونٹوں پر وہ

مال جس کو خدا نے تمہیں دیا ہے لا دو۔ کیونکہ تم مجھے نہ اپنے مال اور نہ اپنے باپ کے مال میں سے دیتے ہو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے اس گستاخانہ انداز تخاطب پر ذرا بھی اظہار برہمی نہ فرمایا۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ:

مال تو اللہ عزوجل ہی کا ہے میں تو اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا۔

اے اعرابی! تم سے اس (زیادتی) کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس سبب سے؟

اعرابی نے کہا: اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت کریمہ ہے ہی نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے لیں۔

تب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اُس کی بات سن کر) مسکرا دیئے پھر حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے بھر دو۔

(صحیح بخاری صفحہ 126، صحیح مسلم جلد 2 ص 731، کتاب الشفا 124/1)

سہیل بن عمرو پر عفو و کرم:

سہیل بن عمرو مکہ کا سردار تھا اسلام کا سخت مخالف تھا کفار مکہ کے ساتھ اُس نے بھی جنگ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ لڑی تھی آپ کا بیٹا عبداللہ بھی جنگ بدر میں باپ کے ہم رکاب تھا مگر وہ میدان جنگ میں لشکر اسلام میں شامل ہو گیا۔

اس کا بیٹا عبداللہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا اس کے باپ سہیل بن عمرو کو ابھی دولت ایمان میسر نہ آئی تھی۔ فتح مکہ کے روز سہیل خوف کے مارے چھپ گیا تا کہ کوئی مجاہد

اسے قتل نہ کر دے۔ عبداللہ کو اپنے باپ کے بارے فکر لاحق ہوئی وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اپنے باپ کے لئے امان کا طلب گار ہوا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دریائے رحمت ہمیشہ جوش میں رہتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کی امان سے وہ امن میں ہے بیشک اسے کہو کہ چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں، سامنے آئے۔

پھر رحمتِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ کرام کو تاکید فرمائی کہ تم میں سے کوئی بھی جس کی ملاقات سہیل بن عمرو سے ہو وہ اُس کی جانب تیز نظروں سے مت دیکھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! سہیل بڑا دانشمند اور شریف النفس ہے اور سہیل جیسا آدمی زیادہ دیر تک اسلام کا انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت عبداللہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پروانہ امان لے کر اپنے باپ سہیل کے پاس گئے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالیہ سے اس کو آگاہ کیا۔

اپنی جان کی امان پا کر سہیل بن عمرو نے برملا کہا:

كَانَ وَاللّٰهِ بَرًّا صَغِيْرًا بَرًّا كَبِيْرًا۔

بخدا حضور جب چھوٹے تھے تب بھی احسان وکرم فرمایا کرتے تھے اور جب بڑے ہوئے تب بھی احسان وکرم ہی اُن کا شیوہ ہے۔

ملاحظہ ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان کے دشمن ومخالف ہونے کے باوجود سہیل نے آپ کے بچپن وجوانی کے خصائص عفو وکرم کا برملا اظہار کیا۔

(ضیاء النبی 468/4)

اہل طائف پہ عفو وکرم:

اُم المومنین حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے والی کونین علیہ التحیۃ والثنا کے حضور عرض کیا۔ (یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا

آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی سخت ترین دن آیا ہے۔ جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے طائف میں جا کر اپنے آپ کو عبد کلال کے بیٹوں پر (دعوت اسلام کیلئے) پیش کیا اور اُن سے دین اسلام قبول کرنے کو کہا اور تبلیغ اسلام میں معاونت ونصرت کے لئے کہا مگر انہوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا (بلکہ اوباش اور آوارہ لوگوں کو میری ایذا رسانی پر مامور کر دیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا) میں انتہائی غمگینی کی حالت میں جدھر منہ آیا چل دیا۔ اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو طبیعت میں افاقہ ہوا اور رنج والم اور درد وغم سے طاری ہونے والی مدہوشی ختم ہوئی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک بادل سا مجھ پر سایہ فگن ہے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں انہوں نے مجھ کو پکار کر کہا:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی طرف پہاڑوں پر مامور فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں پہاڑوں پر مامور فرشتہ نے مجھے ندا دی اور سلام پیش کرنے کے بعد کہا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ کی طرف بھیجا گیا ہے تا کہ جو چاہیں مجھے حکم فرما دیں۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہل طائف کو اُن کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس

کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (لہٰذا میں تجھے ایسا حکم نہیں دیتا)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل طائف کا اتنی بڑی گستاخی، بے ادبی، تکلیف وایذا دینے کے باوجود زندہ بچ رہنا آپ کے بے اختیار ہونے کی دلیل نہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عفو و درگزر اور رحم وکرم کی وجہ سے اُن کے حق میں عذاب ارادہ نہیں فرمایا بلکہ ہدایت کی دعا فرمائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ طائف کے اوباش گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے اور شور مچاتے آپ کے پیچھے لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنی بھیڑ ہوگئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے راستے دونوں جانب لائن لگ گئی اور بدزبانی کے ساتھ ساتھ پتھر بھی چلنے لگے جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑی پر اتنے زخم آئے کہ دونوں جوتے مبارک خون سے تر بتر ہو گئے۔ ادھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار خادم اور متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے جس سے اُن کے سر میں کئی جگہ چوٹیں آئیں۔

تین میل کی مسافت اسی جور و ستم سے بھرپور تھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عقبہ اور شیبہ کے ایک باغ میں تشریف فرما ہو گئے تب دشمنِ جاناں نے جان چھوڑی۔

چہرہ والضحیٰ کو زخمی کرنے پر دعائے کرم:

غزوہ احد میں چند مجاہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کی اور گھاٹی سے ہٹ گئے جس وجہ سے مسلمانوں نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی۔ اس خونریز معرکہ آرائی میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شدید زخم آئے۔ روایات میں ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر

مارا جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے۔ آپ کا داہنا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ ایک خبیث نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی زخمی کر دی۔ عبداللہ بن قسمہ نے لپک کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ ایک مہینے سے زیادہ عرصہ تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مازاغ سے نیچے کی اُبھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود (۱) (لوہے یا پتھر کی ٹوپی جسے جنگ میں سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے) کی دو کڑیاں چہرہ والضحیٰ کے اندر دھنس گئیں۔ ساتھ ہی اس نے کہا:

اسے لے: میں قمۂ (توڑنے والا) کا بیٹا ہوں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے خون بہنے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خون کو پونچھتے ہوئے فرمایا "اللہ تجھے توڑ ڈالے (۲)

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے خون پونچھتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے "وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔"

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔

(۱۲۸:۳ صحیح بخاری، مسلم)

---

۱ :۔ لوہے یا پتھر کی ٹوپی جسے جنگ میں سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے۔

۲ :۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سن لی چنانچہ ابن عائذ کی روایت ہے کہ ابن قمۂ جنگ سے گھر واپس جانے کے بعد اپنی بکریاں دیکھنے کے لئے نکلا تو یہ بکریاں پہاڑ کی چوٹی پر ملیں۔ یہ شخص وہاں پہنچا تو ایک پہاڑی بکرے نے حملہ کر دیا اور سینگ مار مار کر پہاڑ کی بلندی سے نیچے لڑھکا دیا۔ (فتح الباری ۷/۳۷۳)

اور طبرانی کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے سینگ مار مار کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (فتح الباری)

آپ کو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔

طبرانی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز فرمایا۔

اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد آپ رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔(فتح الباری۔۷/۳۷۳)

اے اللہ میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی۔

صحیح مسلم کی روایت میں بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرما رہے تھے۔

رب اغفرلی لقومی فانهم لا یعلمون۔

اے میرے پروردگار! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی۔

قاضی عیاض کی شفا میں یہ الفاظ ہیں

اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون ۔

اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتی

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی پہ عفو و کرم:

عبداللہ بن ابی منافق تھا وہ ہمیشہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدترین دشمنی رکھتا تھا۔ جب یہ مر گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں التجا کی گئی کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔احوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جب عبداللہ بن ابی مرا تو حبیب خدا علیہ التحیۃ الثناء کو اس کی نماز جنازہ

پڑھانے کیلئے عرض کیا گیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور جب نماز پڑھانے کے ارادہ سے اس کی نعش پر کھڑے ہوئے تو میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) آگے آ کر سینہ اقدس کے مقابل کھڑا ہو گیا اور عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات دل آزار کہے اور گستاخی و بے ادبی کی انتہا کر دی میں اس کی بدزبانی و بدکلامی اور اسادت و بے ادبی کے ایام شمار کرتا جارہا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرمارہے ہیں حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اس کے ایسے واقعات ایذارسانی بیان کرڈالے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (رحیم وکریم آقا) فرمارہے تھے اے عمر آگے سے ہٹ جایئے۔نماز جناہ پڑھنے دیجئے کیونکہ ابھی اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ کو میری مرضی و اختیار پر چھوڑا گیا ہے۔اور میں نے استغفار کو ہی اختیار کیا ہے۔ اور نماز جنازہ ادا کرنے کو ترجیح دی ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔

اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَاِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

ان منافقین کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ستر مرتبہ بھی استغفار کرو ان کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ہرگز نہیں بخشے گا۔(شان کریمی تو ملاحظہ کیجئے فرمایا)

اگر بالفرض مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے پر ان کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کے لئے تیار ہوتا۔(لیکن چونکہ مغفرت تو بہرحال نہیں ہونی لہذا میں اس مشقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں)

بہرحال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے حتیٰ کہ اس کے دفن سے فارغ ہوئے (تب واپس ہوئے)

فرماتے ہیں تعجب ہے میرے لئے اور میری رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس جرأت وجسارت پر حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جاننے والے ہیں۔

بخدا ابھی تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (التوبہ 84)

ترجمہ: ان منافقین میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے اس پر ہرگز نماز نہ پڑھیں نہ اس کے لئے دعا رحمت کریں اور نہ ہی اس کی قبر پر پائے رحمت رکھیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ اور اسی فسق و نافرمانی کی حالت میں مرے۔

جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ دینویہ میں کسی منافق پر نماز نہ پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ (الوفا 470-471)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عفو و کرم:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اتنے رحیم تھے کہ دشمن کی تکلیف بھی برداشت نہ کر سکتے۔ بھوکوں اور پیاسوں کی بھوک پیاس کا اس قدر احساس فرماتے کہ اپنے قاتل کو بھی شربت پلایا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قاتل کے بارے میں ہدایت فرمائی کہ اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو، اگر میں زندہ رہا تو اس کے خون کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ مستحق ہوں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اسے بھی میرے ساتھ کر دو (یعنی قتل کر دینا) میں رب العالمین کے پاس اس سے جھگڑ لوں گا۔ (طبقات 2/191)

☆.....ایک مرتبہ دمشق میں ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا۔ حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا۔ قریشی نے کہا کہ پہلے انصاری نے میرے دانت پر چوٹ لگائی تھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصاری کو راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ قصاص لینے پر مصر تھے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے ایک حدیث بیان کی کہ اگر کوئی شخص جسمانی صدمہ پہنچنے پر صدمہ پہنچانے والے کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

یہ حدیث سنتے ہی انصاری کا غصہ کافور ہو گیا اور انہوں نے حضرت ابو الدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: "کیا یہ آپ نے خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔

انصاری نے کہا: تو پھر میں معاف کرتا ہوں اور قصاص سے دست بردار ہوتا ہوں

(مسند احمد، 426)

اُم المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عفو و کرم:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل مہر و محبت اور عفو و شفقت کا خزینہ تھا۔ دشمنوں اور مخالفوں تک کو معاف کر دیتیں۔ مشہور صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ افک میں غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مخالفت کی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کا بہت رنج تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت حسان بن ثابت کو معاف کر دیا تھا ان کی بہت عزت فرماتی تھیں۔ آپ کے بعض رشتہ دار حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واقعہ افک میں شرکت کی وجہ سے بُرا کہنا چاہتے تھے مگر آپ نے ان کو سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ ان کو بُرا مت کہو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے ہیں۔

اقوال:

☆......درگزر کرتے ہوئے اسی کا درجہ بلند ہے جو سزا دینے میں سب سے زیا قدرت رکھتا ہو۔(حضرت علی ؓ)

☆......اللہ تعالیٰ کا مقرب وہی ہے جو مخلوق خدا پر شفقت کرتا ہے۔(شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ)

☆......انسان اس وقت ہی خدمت خلق کر سکتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو خادم کی جگہ سمجھ کر خلق خدا کو اپنا مخدوم سمجھ لے۔(سید ہجویر ؒ)

☆......شفقت یہ ہے کہ تو لوگوں کو برضا ورغبت عطا کرے اور جو کچھ وہ طلب کرے اس کو دینے میں ان پر احسان نہ رکھو۔ کیونکہ وہ کمزور ہیں اور طاقت نہیں رکھتے، سوالی سے ایسی بات نہ کہہ کہ جس کو سمجھ نہ سکیں۔(بایزید بسطامی ؒ)

☆......معاف کر دینا غصہ پی جانے سے بہتر ہے کیونکہ اگر معاف نہ کرے اور غصہ پی جائے تو اندیشہ ہے کہ وہ دل میں حسد اور کینہ نہ بن جائے۔(خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ)

☆......جو شخص قربانی اور ایثار کے جذبے کا عملی مظاہرہ کرتا ہے وہ مر کر بھی زندہ رہتا ہے۔
(حضرت داتا گنج بخش ؒ)

☆......اللہ تعالیٰ کا مقرب وہی ہے جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔(شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ)

☆......تم خدمت کرو مخدوم بن جاؤ گے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ)

☆......بھوکے کو کھانا کھلانا، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اور دشمن کے ساتھ نیک سلوک کرنا نفس کی زینت ہے۔ (خواجہ معین الدین چشتی ؒ)

☆......اگر کوئی تیری راہ میں کانٹے بچھائے اور تو بھی اُس کے بدلے میں کانٹے بچھائے تو پھر دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔

(خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ)

حلم و بردباری

حلیم و بردبار ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ کہ وہ مخلوق کی نافرمانیوں سے درگزر بھی فرماتا ہے اور ان کو اپنی عنایات بے پایاں سے بھی نوازتا ہے۔ اور گنہگاروں کو بخشش کی نوید بھی سناتا ہے۔

غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کفر اختیار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں لوگوں کا کفر اختیار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو رزق مہیا کرنا بند نہیں کرتا جبکہ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ سے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اس کے احکامات سے روگردانی کر کے، اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود دنیا میں زندہ ہیں تمام نعمتوں سے مالا مال ہیں اور آرام و آسائش کی تمام سہولتیں انہیں دستیاب ہیں۔ سورج اُن تک اپنی حرارت اور روشنی بھیجنا جاری رکھتا ہے بارش سے بھرے بادل اُن کی مدد کرتے ہیں اور زمین کی چھاتی انہیں پھلوں اور پودوں کے ساتھ خوراک مہیا کرنا بند نہیں کرتی۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدا ترسی، رحمدلی، کرم نوازی اور مغفرت کے واسطے سے منعکس ہوتی ہیں۔

''حلم'' ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اسباب محرکہ یعنی برانگیختہ کرنے والے اسباب کی موجودگی میں ثابت و برقرار رہے۔ یعنی انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کر لیا جائے اور قصوروار سے درگزر کر لیا جائے۔ اور ''تحمل'' یعنی بردباری ایسی حالت کا نام ہے جو مصائب و آلام کے وقت اپنی جان کو روک لے اور اُن کو برداشت کرے اور اسی کے ہم معنی ''صبر'' ہے۔ (کتاب الشفاء)

ثابت ہوا کہ کسی کی زیادتی پر ضبط کرنا اور اُس کی غلطیوں سے چشم پوشی کرنے کا نام تحمل و بردباری ہے۔

حلیم، حلم، بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ فوز، دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔

حلیم حلم بالکسر سے بھی ہے وہ مصائب کا برداشت کرنے والا، دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا اور جواہر لٹانے والا، گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا۔

(رحمۃ للعالمین 181/3 فصل پنجم باب اسماء الرسول)

ارشادِ ربّانی:

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (بقرہ 28، المائدہ 140)

اور اللہ ہے بخشنے والا بردبار۔

سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (آیت 160)

بیشک اللہ ہے بخشنے والا بردبار۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ (بنی اسرائیل 5، ملائکہ 5)

بیشک وہ (اللہ) ہے بخشنے والا بردبار۔

ان آیات کریمہ میں اللہ رب العزت کی شان غفاری کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات علیم و خبیر اور سمیع و بصیر بھی ہے اس سے کوئی چیز، کوئی عمل، حتیٰ کہ دل کا خیال بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ (النساء 20) "اور اللہ ہے جاننے والا بردبار۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ (حج 80) "بیشک ہے اللہ جاننے والا بردبار۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا۔ (احزاب 6) اور ہے اللہ جاننے والا بردبار۔

اللہ تعالیٰ کا بندے کی ہر نافرمانی و اعمال کی حقیقت کو جان بوجھ کر اس سے درگزر فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت جمیل ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''تم اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا مت کرو اور نہ ہی اس کے ساتھ ایسا وعدہ کرو جو پورا نہ کرسکو۔''

ایک اور روایت میں ارشاد گرامی ہے۔

''جو جھگڑے کو ایسی حالت میں ترک کردے کہ وہ باطل پر ہو تو اس کے لئے جنت کے کنارے میں ایک گھر بنایا جائے اور اور جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرے اس کے لئے جنت کے درمیان میں ایک گھر تعمیر کیا جائے گا اور جو خوش اخلاق ہوگا اس کے لئے جنت کے بلند مقام پر ایک مکان بنایا جائے گا۔ (اسلامی تربیتی نصاب 982)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''لوگوں پر رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا لوگوں کو معاف کرو تمہیں بھی معاف کیا جائے گا۔''

☆......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی مسلمان بھائی نے دوسرے مسلمان بھائی سے معافی مانگی اور اس نے قبول نہ کی تو اس کو حوض کوثر پر آنے سے محروم کردیا جائے گا۔

یہ بھی مسنون ہے کہ معافی مانگنے کے بعد بھائیوں کی خدمت میں کچھ پیش کیا جائے۔

☆......حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ شخص بردبار نہیں، جو اپنا غصہ بلی یا کتے پر نکالے نیز فرمایا بے وقوف آدمی کو اس کی بات کا جواب نہ دینا یا اس کے کہنے پر کسی اثر کا اظہار نہ کرنا سخت بُرا معلوم ہوتا ہے۔

☆......مکحول دمشقی فرماتے ہیں انسان کا حلم اس پر جاہلوں کے مسلط ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔(اسلامی تربیتی نصاب،ص:988)

نبی رحمت ﷺ کا حلم وبردباری:

نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق میں بردباری، قوت برداشت، قدرت ہونے کے باوجود درگزر اور مشکلات میں صبر ایسے اوصاف حمیدہ تھے جو اللہ رب العزت نے خصوصی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔ ہر حلیم وبردبار سے کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی قولی وفعلی بے احتیاطی ہو جاتی ہے۔ مگر سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی کردار کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانیاں اور بدمعاشوں کی خودسری وزیادتیاں جس قدر بڑھتی گئیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صبر وحلم میں اُسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔

زید بن سعیہ سے حلم وبردباری کا معاملہ:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید بن سعیہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید کے دل میں خیال پیدا ہوا میں نے تمام علامات نبوت کو چہرہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں جان پہچان لیا ہے۔ صرف دو علامتیں ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں آزمائیں اور اُن کا جائزہ نہیں لیا۔ ایک یہ کہ آپ کا "حلم" جہل جاہل پر سبقت لے جاتا ہے اور غالب آجاتا ہے دوسری یہ کہ شدت جہل آپ کے حلم اور بردباری میں اضافہ کرتی ہے آپ غیظ وغضب میں نہیں آتے۔

فرماتے ہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تاکہ آپ سے میل جول رکھوں اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ لگاؤں۔ آپ ایک دن باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بدوی سا آدمی حاضر ہوا۔ جس نے عرض کیا: یارسول اللہ! بنی فلاں کا قصبہ اہل

اسلام کا قصبہ بن چکا ہے اور میں نے اُن کو یہ کہا تھا کہ اگر اسلام لاؤ گے تو تمہارے رزق بڑی فراخی کے ساتھ تمہارے پاس آئیں گے اور اب اُن کو سخت قحط سالی اور شدت و محنت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں (العیاذ باللہ) ان کٹھن حالات کو دیکھ کر اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ اگر مناسب خیال فرمائیں تو ان کے پاس امداد و اعانت کے طور پر کوئی شے ارسال کر دی جائے (تا کہ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت نہ آئے) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر وقتی طور پر مال و اسباب اپنے پاس نہ ہوتا تو سائل کی ضروریات قرض لے کر پوری فرما دیتے تھے۔

واہ کیا جودو کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

زید بن سعیہ کہتے ہیں کہ میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا۔

میں آپ سے اتنے درہم و دینار کے بدلے ایک وسق خرید لوں گا۔ اور اسّی (80) دینار میں نے پیشگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار جلدی ان کے پاس لے جاؤ اوران کو فائدہ پہنچاؤ اور دعا فرمائی کہ اللہ اُسے فقر و فاقہ سے مستغنی کر دے۔ سائل وہ دینار لے کر چلا گیا ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفائے عہد کا وقت نہیں پہنچا تھا کہ میں دو تین دن پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے کسی کے جنازہ کے لئے جماعت صحابہ میں نکلے تو میں نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا۔ حتیٰ کہ چادر آپ کے شانہ مبارکہ سے نیچے گر گئی

اور ساتھ ہی میں نے ترش روئی اور تشدد آمیز لب و لہجے میں کہا

"اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم میرا قرض ادا نہیں کرو گے بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم بنی عبدالمطلب سارے ہی ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میرا یہ سلوک دیکھا تو غیظ و غضب سے ان کے کندھوں کا گوشت لرزنے لگا وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اور فلک مستدیر کی مانند لرزہ بر اندام تھے مجھے کہنے لگے "اے دشمن خدا! کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ سے ایسا کلام کر رہا ہے اور ایسی بدکلامی اور ادب و نیاز سے دور بلکہ بے حیائی اور مخاصمت سے بھرپور کلام کر رہا ہے جس کو میں اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر وہ امر مانع نہ ہوتا جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو تیرا سر مجھ سے سبقت لے جا چکا ہوتا یعنی میں کب کا تجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دوران انتہائی وقار و سکون کے ساتھ اپنے جانثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ مسکرائے اور فرمایا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ میں اور یہ شخص ایک دوسرے امر کے زیادہ حق دار تھے اور ضرورت مند، تمہارا حق تو یہ تھا کہ مجھے حسن ادائیگی کا مشورہ دیتے ہوئے اور اس کو حسن طلب کا (تم نے اس پر الٹا سختی شروع کر دی) جاؤ اور اس کو اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع یعنی دو من کھجوریں مزید دے دینا۔ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا قرضہ ادا کر دیا تو دو من کھجوریں زیادہ دیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

تو انہوں نے کہا مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ میں نے جو منازعت اور سخت کلامی کی تھی اس کے عوض مزید اتنی کھجوریں دوں۔

زید بن سعیہ کہتے ہیں

میں نے ان سے کہا مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا نہیں، تم کون ہو اور کیا ریف ہے؟ میں نے کہا میں زید بن سعیہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا علماء یہود میں سے عظیم عالم؟ میں نے جواب دیا۔ وہی بالکل وہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تجھ جیسے صاحب عقل وعلم کو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس سلوک پر اور اس انداز کلام پر کس امر نے برانگیختہ کیا۔

میں نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ علامات نبوت میں سے کوئی ایسی علامت نہیں رہ گئی تھی جس کو میں نے آپ کے چہرہ اقدس اور ذات مبارکہ میں دیکھ نہ لیا ہو اور یقین کامل اور معرفت حاصل نہ کر لی ہو۔ جب سے میں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا صرف دو علامات رہ گئی تھیں جن کو میں ابھی تک آزما نہ سکا تھا۔ اول یہ کہ آپ کا حلم وتحمل جہل حامل پر غالب وسابق ہے۔

ثانی یہ کہ آپ لوگوں کی شدت جہل غیظ وغضب کی بجائے زیادہ حلم وتحمل اور حوصلہ وبردباری پر آمادہ کرتی ہے تو میں نے یہ دو علامتیں آزمائی ہیں۔

اے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام پر بطور دین کے خوش ہوں اور سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر اور ان کا اُمتی ہونے پر خوش ہوں اور میں تمہیں اس امر پر بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اللہ تعالیٰ کے لئے (صدقہ) ہے جو امت محمدیہ پر صرف ہوگا۔ کیونکہ میں ساری اُمت سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ساری اُمت کا نام نہ لو بلکہ بعض کا کیونکہ تم ساری اُمت پر خرچ کرنے سے قاصر ہو۔ تو میں (زید بن سعیہ) نے کہا بلکہ بعض پر خرچ کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن سعیہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور حضرت زید نے عرض کیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے دعویٰ رسالت ونبوت کی تصدیق کلی شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بہت سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔(الوفاء 478/480)

ابوسفیان کی اسلام دشمنی اور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کینہ وعداوت ڈھکی چھپی بات نہیں تھی مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حلم اور کرم کا یہ عالم تھا کہ!

ابوسفیان (فتح مکہ کے موقع پر) جب گرفتار کر کے لائے گئے جنہوں نے مختلف قبیلوں کو اکٹھا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھائی کی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر کے ان کا مثلہ کیا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی معاف فرمادیا اور نرمی سے کلام فرمایا اور فرمایا:

”اے ابوسفیان! افسوس کیا ابھی تم پر وہ وقت نہیں آیا کہ تم کہو لا الہ الا اللہ،

انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتنے حلیم ہیں اور کیسے ملانے والے ہیں اور کس قدر کریم ہیں۔

(دلائل النبوۃ، للبیہقی جلد 5 ص 34)

ہر ظلم وزیادتی کرنے والے کو اسلام کی دعوت پیش کی اور ان کو معاف فرمایا دل

میں کسی قسم کی کدورت نہیں رکھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی امان۔ (کتاب شفاص 127)

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کا حلم وتحمل

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے موقع پر قید ہو کر آئیں۔ آزادی کا پروانہ ملنے کے بعد نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد کی زینت بنی۔ آپ کے خویش واقارب یہودی تھے۔ آپ کے حلم وتحمل کا یہ عالم تھا کہ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بنت حیی کے پاس ایک کنیز تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر شکایات کیا کرتی تھی چنانچہ ایک دن کہا کہ ان میں (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے تصدیق کے لئے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ مجھے یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بدلے میں خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے۔ البتہ میں یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں، وہ میرے خویش واقارب ہیں اس کے بعد آپ نے لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ لونڈی نے اقرار کرتے ہوئے کہا! ہاں "مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور لونڈی کو آزاد کر دیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حلم وبردباری:

صحابہ کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ پر ہر آن عمل پیرا ہونے کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ

عنہم کی حیات مبارکہ کے چند نمونہ جات پیش خدمت ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حلم و بردباری:

آپ بڑے حلیم، بردبار، متواضع اور نرم خو انسان تھے سخت سے سخت اشتعال اور غصہ دلانے والی صورت حال اور کیفیت میں بھی آپ ان اوصاف پر پورا اترتے اور کبھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تم کوئی بُرا کلمہ سنو تو اس سے اعراض کرو جواب نہ دو۔ کیونکہ اس کے کہنے والے کے پاس اور بھی ایسے کلمات ہیں جو تمہیں جواب میں کہے گا۔

آپ کے حلم کی گواہی رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی مبارک ہو میں نے تمہاری شادی اس شخص کے ساتھ کی ہے جو اوّل اسلام لانے والا اور حلم والا ہے۔ ذیل میں چند واقعات آپ کی حلم و بردباری کے درج کیئے جاتے ہیں۔

غلام کو آزاد کردیا:

ایک بار حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی کام کے لئے اپنے غلام کو آواز دی، غلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے پھر آواز دی۔ تین مرتبہ بلانے پر بھی جب غلام حاضر خدمت نہ ہوا تو آپ خود اُٹھ کر اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا، وہ لیٹا ہوا ہے فرمایا:

تو نے میری آواز نہیں سنی؟...... عرض کی سن رہا تھا مگر سستی کی وجہ سے جواب نہ دیا،

کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ میری کوتاہی پر کچھ نہیں کہیں گے یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا:

اِمْضِ فانت حُرٌّ لوجْهِ اللّٰہ تعالیٰ۔(رسالۃ القشیریہ ، مدینہ العلم 124)

جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔

حوصلہ کی انتہاء:

آپ کے تحمل و بردباری کے سلسلے میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ مثنوی شریف میں بہت مفصل بیان کیا ہے جو کہ مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ جہاد میں ایک پہلوان سے مقابلہ کر رہے تھے سخت جدوجہد کے بعد اسے پچھاڑ دیا اور جب وہ بالکل عاجز اور لاچار ہو گیا اور آپ اسے قتل کرنا ہی چاہتے تھے کہ اس نے آپ کے چاند سے حسین چہرے پر تھوک دیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے چھوڑ کر فوراً علیحدہ ہو گئے۔وہ پہلوان آپ کی بردباری وتحمل وحوصلہ کو دیکھ کر ہکابکا رہ گیا۔ظاہر ہے آپ کے اخلاق عالیہ نے اسے گھائل کر دیا اور اسلام اس کے دل میں گھر کر گیا۔مگر وہ حیران تھا کہ ایسے وقت جب کہ آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اور تھوک کر اشتعال دلانے کے باوجود آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

آپ نے اس نومسلم پہلوان سے فرمایا۔

میں نفس کی خوشنودی کے لئے نہیں لڑ رہا تھا اور نہ تیرے ساتھ میری ذاتی مخالفت ہے۔ میرے جہاد اور تمام تر جدوجہد کا مقصد تو رضائے الٰہی ہے۔

اللہ اللہ کیا اخلاص تھا۔سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پہلوان سے لڑتے رہے مگر جب ایسا مرحلہ آیا جس میں ذاتی انتقام اور خوشنودی کا پہلو بھی تھا آپ نے فوراً لڑائی بند کر دی۔

مولانا روم نے اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

گفت من تیغ از پے حق می زنم

بندۂ حقم نہ مامور تنم

شیر حقم نہ مامور تنم

فصل من بر دین من باشد گواہ

آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں کیونکہ میں حق تعالیٰ کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں، میں شیر خدا ہوں، خواہشات نفسانی کا شیر نہیں۔ میرے دین پر میرا عمل گواہ ہے۔

مولانا روم اس سے یہ نتیجہ اخذ فرماتے ہیں۔

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر

بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

ترجمہ :لوہے کی تلوار سے بردباری کی تلوار زیادہ تیز ہے بلکہ سینکڑوں لشکروں سے بھی زیادہ باعث فتح وکامیابی ہے۔(771 یاران مصطفیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحمل وبردباری:

ایک آدمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں

پھر اس نے کہا تو بلی کا چور ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا:

اے اللہ مجھے اور میرے اس بھائی کو معاف فرمائے پھر فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ جو تم پر ظلم کرے اس کے لئے استغفار کرو۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم ہی ہو جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلاوطن کر دیا تھا اگر تم نیک ہوتے تو تمہیں جلاوطن نہ کرتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گستاخی پر نہایت تحمل و بردباری سے فرمایا۔

اے دوست میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے اگر اس سے بچ گیا تو تیرا بُرا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا۔ اور اگر نہ بچا تو جو تو کہتا ہے میں اس سے بھی بُرا ہوں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم و بردباری:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلم و بردباری کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ایک غلام نے ایک بکری کی ٹانگ توڑ دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوچھنے پر اس نے کہا میں نے قصداً اس کی ٹانگ توڑی ہے تا کہ آپ غیظ و غضب میں مبتلا ہو کر مجھے ماریں اور گنہگار بنیں۔

اس پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہارے بھڑکانے سے ناراض نہیں ہوں گا اور اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کو آزاد کر دیا۔ (اسلامی تربیتی نصاب 983)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم و بردباری:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نہایت حلیم اور بردبار انسان تھے۔ کبھی ان کے منہ سے کوئی فحش بات نہیں سنی گئی۔ مروان جو اس وقت مدینہ منورہ کا حاکم تھا انہیں بُرا بھلا کہتا رہتا تھا۔ ہر جمعہ کو منبر سے خطبہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ (استغفراللہ)

ایک دن لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"میں اس کو بُرا بھلا کہہ کر اس کے گناہ مٹانا نہیں چاہتا بلکہ میرا اور اس کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا اگر وہ سچا ہوا تو حق تعالیٰ اسے اس کا صلہ اور جزا عطا فرمائے گا اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ شدید انتقام لینے والا ہے۔" (سیرت حلبیہ 6/354)

ایک دن مروان نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے انتہا بُرا بھلا کہا لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ پھر اسی وقت مروان نے اپنے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ٹوکا اور کہا "تم پر افسوس ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دائیں ہاتھ کا مرتبہ بلند ہے۔

اس پر مروان شرمندہ ہو گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حق گوئی سے کام لیتے ہوئے غلط بات پر ٹوکا مگر اپنے معاملہ میں صبر سے کام لیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا جنازہ کے وقت مروان رونے لگا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اے مروان) زندگی میں تو تو ان سے جھگڑتا رہا اب کیوں روتا ہے؟ (مروان) نے اس پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نے آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم پایا"۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں:

آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش کلمہ نہیں سنا۔ ایک مرتبہ عمر بن عثمان کے ساتھ جھگڑا ہوا تو صرف یہ کہا زغم اللہ اس کی ناک خاک آلود ہو

یہ کلمہ اہل عرب کے تمام معمول کی گفتگو کا حصہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ

حکایات میں ہے کہ:

ایک بدوی صحرا سے آیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بدوی نے گالی دی اور آپ کے ماں باپ کو بُرا بھلا کہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور کہا۔

اے بدوی تو بھوکا ہے یا پیاسا یا تجھے کوئی اور تکلیف ہے

اس نے پھر آپ کو اور آپ کے ماں باپ کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غلام کو حکم دیا اور اس نے ایک تھیلی چاندی کے سکوں کی بدوی کے آگے ڈال دی۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"مجبور ہوں اس سے زیادہ میرے گھر میں موجود نہیں ورنہ دریغ نہ کرتا۔ (یعنی اور بھی دے دیتا) جب بدوی نے یہ بات سنی تو پکار اُٹھا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہے میں صرف حلیم طبع کا امتحان لے رہا تھا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ محقق اہل تصوف کی صفت ہے۔

(کشف المحجوب ص 137)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حلم:

ایک مرتبہ آپ قرآن و مصلی مسجد میں چھوڑ کر دریا پر پاکیزگی کی نسبت سے تشریف لے گئے۔ دریں اثناء ایک بڑھیا آپ کا قرآن و مصلی مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی۔ اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوگئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے۔ اور بڑھیا نے جب نفی میں جواب دیا تو فرمایا۔

کہ میرا قرآن تو واپس کر دو البتہ مصلی میں نے تمہیں ہبہ کر دیا۔ چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے حلم سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کر دیں۔

(تذکرۃ الاولیا 270)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا حلم وصبر:

ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب آپ نے کرایہ پر مکان لے لیا۔ اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا۔ چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعہ پوری غلاظت آپ کے مکان میں ڈال دیتا اور آپ کی نماز کی

جگہ نجس ہو جایا کرتی ۔ اور بہت عرصہ اسی روش پر عمل کرتا رہا۔ لیکن آپ نے کبھی شکایت نہ کی ۔ ایک دن یہودی نے خود ہی عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں آپ نے فرمایا ''جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں ۔ اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ۔ یہودی نے دوبارہ عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے یہ سن کر یہودی کا قلب روشن ہو گیا اس نے عرض کیا۔ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے ۔ کیونکہ اس میں معاندین کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں ۔ (تذکرۃ الاولیا 59)

حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا تحمل و بردباری:

حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے عظیم شیخ اور قطب العالم تھے۔ آپ کبھی کسی پر خفا نہ ہوتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا جب آپ وہاں گئے تو صاحب خانہ نے دھتکار کر کہا بھاگ جاؤ میرے ہاں کھانا نہیں ہے۔ اور جب آپ واپس ہونے لگے تو اس نے دوبارہ بلا کر کہا کہ تم بہت پیٹو ہو۔ یہ سن کر آپ پھر واپس ہوئے لیکن تیسری مرتبہ پھر اس نے بلا کر کہا کہ پتھر موجود ہیں اگر کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو۔ غرض کہ تیسری مرتبہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور آخر میں اتنی زور سے دھکا دیا کہ آپ گر پڑے لیکن اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ بیکار کر دیئے۔ اس سرزنش سے ایسا متاثر ہوا کہ فوراً تائب ہو کر آپ سے بیعت ہو گیا پھر ایک دن اس نے آپ سے سوال کیا کہ میری تین مرتبہ گستاخی پر آپ کو غصہ کیوں نہیں آیا؟ آپ نے فرمایا کہ کتے بھی یہی کرتے ہیں کہ جب بلایا چلے جاتے ہیں اور جب دھتکار دیا بھاگ گیا لیکن یہ کوئی مرتبہ نہیں بلکہ اہل مرتبہ ہونا بہت مشکل ہے۔ (تذکرۃ الاولیا 356)

اقوال:

☆......ظالم کے ظلم پر صبر کرنے کا پہلا بدلہ یہ ہے کہ تمام لوگ مظلوم کے مددگار ہوتے ہیں۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆...... جب تم کوئی بُرا کلمہ سنو تو اس سے اعراض کرو۔ جواب نہ دو کیونکہ اس کے کہنے والے کے پاس اور بھی ایسے کلمات میں جو تمہیں جواب میں کہے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆......وہ شخص بردبار نہیں جو اپنا غصہ بلی یا کتے پر نکالے۔(حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ)

☆......غصے کو پی جانا عذر کی ذلت سے بہتر ہے۔(ابن مقفع رحمۃ اللہ علیہ)

☆......ایک شخص نے بکر بن عبداللہ المزنی کو بہت سی گالیاں دیں۔آپ خاموش رہے کسی نے آپ سے کہا آپ اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے، فرمایا: میں اس کی کوئی برائی نہیں جانتا جس کی وجہ سے میں اُسے بُرا کہہ سکوں اور بہتان لگانا میرے لئے جائز نہیں۔

☆......انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں۔علم، کرم، حلم اور خوش اخلاقی۔

☆......انسان کا حلم اس پر جاہلوں کے مسلط ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔(مکحول دمشقی)

☆......گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل اور بے عزت کرنا۔

(خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......ظالم مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے اور اپنی عاقبت۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ مال دار کو ہر وقت اپنے مال کا خیال رہتا ہے اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رہتا ہے۔

(حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تواضع وانکساری

تواضع کے لغوی معنی التذلل و اعفنوع عاجزی وانکساری کے ہیں، خاطر مدارت اور مہمان نوازی بھی ہیں اصلاحاً خروج الانسان عن مقتضی جاهد و عظمته و تنزله من مرتبة امثاله انسان کا اپنے جاہ منصب اور بزرگی کے تقاضوں کو نظر انداز کرنا اور اپنے معاصرین میں خود کو ہیچ سمجھنا تواضع کہلاتا ہے۔

تواضع کی تشریح کرتے ہوئے علامہ الصالحی الشامی رقمطراز ہیں۔

تواضع باب تفاعل کا مصدر ہے اس کا معنی ہے "عجز وانکساری" اور یہ ان خصائل حمیدہ میں سے ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کے موصوف سے محبت فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔

اللہ جل شانہ مالک الملک ہے اس کو اپنے بندوں کی عاجزی وانکساری بہت پسند ہے قرآن مجید میں اس کی تاکید بھی آئی ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (حجر:88)

اور اپنا بازو مومنوں کے لئے جھکادو۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ (بنی اسرائیل 24)

اور ماں باپ کے لئے عاجزی کا بازو مہر ومحبت سے جھکادے۔

حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور حکم بھیجا ہے کہ تواضع و انکساری اختیار کرو، جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے اور کسی کے

مقابلہ میں فخر نہ کرے۔" (سنن ابی داؤد، معارف الحدیث 2/179)

اس حدیث مبارکہ میں تواضع کی مزید وضاحت فرمائی گئی ہے کہ متواضع انسان غرور وتکبر سے پاک ہوتا ہے کسی پر ظلم وزیادتی بھی روانہیں رکھتا۔ یہی متواضع ہونے کے نشانی ہے۔ کیونکہ تواضع کی زد غرور وتکبر ہے۔ بندے کا غرور وتکبر کرنا، اپنی بڑائی بیان کرنا دراصل دوسرے کو حقیر جاننا ہے۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ بڑائی صرف اور صرف خالق کائنات کے لائق ہے جو ذات حیّی و قیّوم ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (جاثیہ 37)

اور اسی کے لئے کبریائی اور بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

ایک اور حدیث قدسی ہے جس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد (9 ص 309) پر مسند احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتے ہیں۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ نَازَعَنِي رِدَائِي قَصَمْتُهُ۔

"بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا"۔ (علاج کبیر)

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ اخلاقی نصیحت کی۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ۔ (لقمان 18)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کر، اور زمین پر اترا کر نہ چل (کیونکہ) اللہ کسی اترانے

والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں میانہ روی (اختیار) کرو اور (کسی سے بات کرے) تو آہستہ سے بول (کیونکہ) بُری سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر (ج 14 ص 174) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ اچانک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

هٰذا ابُوْ ذرٍّ قَدْ اَقْبَلَ یہ جو آرہے ہیں ابوذر غفاری ہیں؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَوَ تَعْرِفُوْنَهٗ ؟ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاری کو آپ نے کیسے پہچان لیا۔

عرض کیا۔ هُوَ اَشْهَرُ عِنْدَنَا مِنْهُ عِنْدَكُمْ مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بِمَا ذا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِیْلَةَ؟ فضیلت ان کو کیسے ملی؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے ایک تو قلبی ہے اور ایک قالبی۔ ایک دل کا عمل ہے اور ایک جسم کا عمل ہے۔ دل کا عمل کیا ہے؟

لِصِغَرِهٖ فِی نَفْسِهٖ۔ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے۔ جو بندہ اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے بندہ ہو کر اکڑے، غلام ہو کر اکڑے یہ بات بندگی کے خلاف ہے۔

دوسرا عمل اُن کا یہ ہے کہ وَكَثْرَةِ قِرَاءَتِهِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

کہ یہ قل ہواللہ (سورہ اخلاص) کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ان دواعمال کی برکت سے اُن کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔(علاج کبر۱۰)

تواضع کی برکات (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"صدقہ مال کو کم نہیں کرتا (بلکہ مال میں باعثِ برکت ہوتا ہے) معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کی عزت کو بڑھاتا ہے۔ وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ" اور جوکوئی اللہ کیلئے تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلندیاں عطا فرماتا ہے۔(مسلم،ترمذی)

حضرت نصیح عنسی حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کی بشارت ہو اس شخص کو جس نے بغیر کوئی قصور کئے تواضع اختیار کی اور بغیر کسی حاجت کے اپنے آپ کو جھکائے رکھا۔ اپنے جمع کئے ہوئے مال کو گناہ کے مقامات کے سوا میں خرچ کیا۔ ذلیل و مسکین لوگوں پر رحم کیا اور اہلِ فقہ و دانش کے ساتھ ملاپ رکھا۔ خوشخبری ہے اس بندے کو جس کی کمائی پاکیزہ ہو جس کا باطن درست اور ظاہر بھی اچھا ہو اور جس نے اپنی برائی کو لوگوں سے دور رکھا ہو۔

بشارت ہو اس انسان کو جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور اپنے زائد از ضرورت مال کو (راہ خدا میں) خرچ کیا اور فضول باتوں سے خود کو بچائے رکھا۔

اسے طبرانی نے روایت کیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ علیین (جنت الفردوس) میں پہنچا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "ہر آدمی کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جو فرشتے کے ہاتھ میں رہتی ہے جب بندہ تواضع کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی لگام بلند کر دے اور جب کوئی شخص تکبر کرتا ہے تو فرشتے کو حکم دیا جاتا اس کی لگام کو نیچے جھکا دے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَاضَعَ لِاَخِیْهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ارْتَفَعَ عَلَیْهِ وَضَعَهُ اللّٰه"

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلندیاں عطا فرماتا ہے اور جو اس کے سامنے بلندی ظاہر کرے (اپنی بڑائی اور اُسے اپنے سے کم تر جانے) اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔ (طبرانی)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں بر سر منبر فرمایا: لوگو! تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے۔

"جس نے اللہ کے لئے تواضع کا رویہ اختیار کیا۔ (غرور اور تکبر نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں چھوٹا ہوگا لیکن عام بندگان خدا کی نگاہوں میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔

اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے (پستی میں)

گرادے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا اگر چہ خود اپنے خیال میں بڑا (بلند مرتبہ) ہوگا لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، للبیہقی، معارف الحدیث کتاب الاخلاق 179/2)

عاجزی وانکساری گنج گراں مایہ:

عاجزی اور انکساری وہ گنج گراں مایہ ہے کہ انسان جتنا بھی گنہگار کیوں نہ ہو جب اس کے دل میں تواضع پیدا ہو جائے تو اللہ جل شانہ اُس کے تمام گناہوں پر قلم عفو پھیر کر مٹا دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ ایک آدمی کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیں گے تو کراماً کاتبین حیران ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اے پروردگار یہ آدمی تو بڑا گنہگار تھا۔ اس کی راتیں اور دن بھی کفر وعصیاں میں گزرا کرتے تھے اس نے زندگی میں ایک بھی نیکی نہیں اس کا نامہ اعمال تو گناہوں سے پر ہے پھر اس کو جنت میں کس لئے بھیجا جارہا ہے تو ملائکہ کے اس تعجب پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے فرشتو!

میں عادل ہوں اور آج عدل کا دن ہے آج یوم الدین ہے آج نیکوں کو نیکی کا بدلہ اور بروں کو برائی کی سزا ملے گی۔ اس لئے اس کے گناہوں کا ثبوت لاؤ تا کہ اس کو سزا دی جائے۔ کیا اس بندے کے گنہگار ہونے کا تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے۔ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ ایک ثبوت کیا ہم نے تو اس آدمی کے گناہوں اور بداعمالیوں کے دفتروں کے دفتر کالے کر دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ لاؤ وہ ثبوت کہاں ہیں فرشتے اس کے گناہوں سے پُر دفتر اٹھا لائیں گے۔ انہیں تو یقین ہوگا اس آدمی کو جہنم میں پہنچانے کیلئے وہی گناہ کافی ہوں گے جو کہ اس کے پہلے دفتر کے پہلے صفحے پر مرقوم ہیں لیکن جب وہ

دفتر کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ اس کا پہلا صفحہ بالکل صاف ہوگا اس پر ایک نقطہ بھی نہیں۔ تیزی سے اس دفتر کو آگے سے کھولیں گے لیکن تمام کا تمام خالی ہوگا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں دوسرا غلطی سے نہ کھول دیا ہو۔ دوسری کاپی اٹھالائیں گے لیکن اس کا بھی یہی حال ہوگا فرشتے متعجب ہوں گے کہ ہم ساری زندگی اس کی برائیوں سے دفتر کالے کرتے رہے لیکن جب حساب کا وقت ہے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک بھی غلطی نہیں۔

تو فرشتوں کے اس تعجب پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے فرشتو! جو تم کہتے ہو وہ بھی صحیح ہے واقعی میرا یہ بندہ ساری عمر گناہ کرتا رہا لیکن بات یہ ہے کہ مرنے سے پہلے یہ آدمی فرطِ ندامت سے رو پڑا۔ اس نے میرے حضور حاضر ہو کر تواضع وانکساری سے گناہوں کا اعتراف کیا اور میری رحمت کا تقاضا ہے کہ یہاں سے کبھی ٹوٹے دل کو ڈرایا نہیں جاتا بلکہ شکستہ دلوں کی دل جوئی کی جاتی ہے میں نے اس بندے کے گناہوں کو نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ اس کے نامہ اعمال کو بالکل صاف کر دیا۔ تاکہ قیامت کے دن اس کو ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے تو یہ ہیں فیوض وبرکات تواضع کے۔ (خطباتِ ضیاء الامت ص 266-265)

تواضع صوفیا کرام کی نظر میں:

☆......حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے۔ ہر چیز کی سواری ہوتی ہے اور عمل کی سواری تواضع ہے۔

☆......حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تواضع عاجزی اور نرم روی ہے۔

☆......حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ''تم حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو اور جو حق بات سنو تو اسے قبول کرو جس نے اپنی قدر و قیمت کو محسوس کیا تو اس کا تواضع سے کوئی تعلق نہیں۔

☆......شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا دل تواضع کرے وہ

نیک بندوں کی صحبت اختیار کرے اور اُن کی عزت کرے۔اسی طرح ان کی بے حد تواضع کی وجہ سے وہ ان کی اتباع کرے اور تکبر نہ کرے۔

☆......حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔تواضع کی دو قسمیں ہیں۔

(1)......انسان اللہ کے احکام ونواہی میں تواضع کرے کیونکہ نفس آرام طلبی کی وجہ سے اس کے حکم سے غافل ہوتا ہے اور ممنوعہ شے کی خواہش کرتا ہے۔لہٰذا اگر وہ اس کے حکم وممانعت کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ بھی تواضع ہے۔

(2)......اپنے نفس کو اللہ کی عظمت کے تابع کردے چنانچہ اگر اس کا نفس کسی جائز چیز کی خواہش کرے تو وہ اسے روک دے یعنی وہ اپنے ارادے کو مشیت ایزدی کے تابع کردے۔

☆......حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تواضع کی تین نشانیاں ہیں۔

(1)......عیب کو معلوم کرنے کے لئے نفس کو کم تر سمجھنا۔

(2)......توحید کی حرمت کیلئے لوگوں کی تعظیم کرنا۔

(3)......حق بات اور نعمت کو ہر ایک سے قبول کرنا۔

☆......حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تواضع ہر ایک کے لئے اچھی ہے مگر دولت مندوں کیلئے زیادہ اچھی ہے۔تکبر ہر ایک کے لئے بُرا ہے۔مگر درویشوں کیلئے تکبر کرنا بدترین ہے۔

☆......شیخ یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔تواضع کی حد کیا ہے؟ فرمایا"جب اپنے گھر سے نکلو اور کسی سے ملاقات کرو تو اسے اپنے سے بہتر سمجھو۔"

☆......شیخ نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔دنیا میں معزز ترین انسان پانچ قسم کے ہیں۔

(۱) زاہد عالم۔(۲) فقیہ صوفی۔(۳) متواضع دولت مند۔(۴) شکر گزار درویش۔(۵) روشن ضمیر شریف۔

☆......حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جو صاحب نسبت ہیں وہ تو سارے جہاں سے اپنے آپ کو بدتر سمجھتے ہیں۔

تواضع اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیعت ماوراء ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو حبیب خدا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ سید الانبیاء علیہم السلام ہونے کی سعادت میسر آئی، سدرہ المنتہیٰ سے آگے کا سفر طے فرمایا۔ اللہ رب العزت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے درمیاں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ روز محشر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں الحمد کا جھنڈا ہوگا۔ جس دن بھوک و پیاس سے زبانیں باہر آ رہی ہوں گی اُس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں ہی کوثر و تسنیم کے جام ہونگے۔ تمام پیغمبر علیہ السلام بمعہ اپنی اپنی اُمتوں کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے منتظر ہونگے۔ ایسے عظیم المرتبت، جلیل المعصب اور رفیع المرتبت ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت بڑے متواضع تھے اور تکبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چھو کر بھی نہیں گزرا۔

نبیٔ عبد:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی بادشاہ ہونا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبی عبد ہونا پسند فرمایا۔

اُس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اسی تواضع کی بنا پر اللہ عزوجل قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اولاد آدم علیہ السلام کی سرداری مرحمت فرمائے گا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے۔

(کتاب الشفاء 145/1، مسند احمد جلد 2 صفحہ 231 دلائن النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 369)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے عائشہ اگر میں ایسا نبی بننا پسند کرتا جو بادشاہ ہو تو یہ پہاڑ سونا بن کر میرے ہمراہ ہوتے۔ (ضیاء النبی 341/5)

اللہ رب العزت کی عطا سے ہفت اقلیم خزانوں کی کنجیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان تواضع اختیاری ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات مبارکہ کے ہر موڑ پر اس پر عمل پیرا رہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے چند پھول پیش خدمت ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش (خچر) پر سوار ہوتے تو کسی کو اپنے پیچھے بٹھالیا کرتے تھے اور مسکینوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ غریبوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ فرماتے، غلاموں کی دعوت بھی قبول کرتے ا۔پنے جانثار صحابہ میں جہاں جگہ ملتی مل جل کر تشریف فرما ہو جاتے۔ (کتاب شفاء 145)

☆......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کی روٹی اور باسی سالن پر بلائے جاتے تو بھی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔

(سنن ترمذی جلد 2 ص 342، ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 815)

زمین پر گری ہوئی کھجور پاتے تو اسے اٹھا لیتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے گدھے پر سواری کرنے میں عار محسوس نہ کرتے جس کی پیٹھ پر کوئی کپڑا نہ ڈالا گیا ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ جزیرۂ عرب کے دور دراز گوشوں سے شمع جمال مصطفوی کے پروانے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیادت

میں حج ادا کرنے جمع ہو گئے تھے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس اونٹ پر سوار تھے اس کا کجاوہ پرانا اور بوسیدہ تھا اس پر معمولی چادر ڈالی ہوئی تھی اس کی قیمت صرف چار درہم تھی۔اس عجز و انکسار کے ساتھ ساتھ بلند جاہ وحشمت ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ اپنے مولا کے حضور عرض کرر ہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ حَجَّۃً مَّبْرُوْرَۃً لَّا رِیَاءً وَّ لَا سُمْعَۃً۔

اے اللہ! اس حج کو حج مبرور بنا جس میں کوئی ریا کاری اور شہرت کی خواہش نہ ہو۔(ضیاالنبی 341)

حالانکہ یہ حج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کیا تھا جب آپ پر زمین کے خزانے کھول دیئے گئے تھے اور اس حج میں سو اونٹ (قربانی) کے لئے ساتھ لئے گئے تھے۔(کتاب الشفاء 146)

فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت سے حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے حضور میں عاجزی اور تواضع سے سر اقدس کو پالان پر جھکا دیا تھا۔یہاں تک کہ قریب تھا کہ اس کے اگلے لکڑی کے سرے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر لگ جائے۔(کتاب الشفاء 147)

اور چشم ہائے مبارک سے از راہ تواضع اشک رواں تھے۔(ضیاالنبی 345)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی امور میں تواضع وانکساری کے بارے میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

☆......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کا کام میں ہاتھ بٹاتے اور اپنے کپڑوں کو صاف فرماتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند

لگاتے، اپنی نعلین گانٹھتے، اپنی خدمت آپ کرتے اور گھر کی صفائی کرتے اور اونٹ کو عقال ڈالتے اور اس کو چارہ ڈالتے اور خادم کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور خادمہ کے ساتھ آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سامان خود لاتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الشفاء 147)

حضرت امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو بیکار نہ رہتے۔ اگر کوئی کپڑا پھٹا ہوتا تو اسے سیتے، اپنے جوتے کی مرمت فرماتے، کنویں سے ڈول نکالتے اور اس کی مرمت کرتے، اپنی بکری خود دوہتے، اپنے ذاتی کام خود انجام دیتے، کبھی کبھی کاشانہ اقدس کی صفائی بھی فرمادیتے، اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھتے، اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آٹا گوندھتے بازار سے سودا سلف خود اٹھالیتے۔

اتنے خدام ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سارے کام اس لئے کرتے تا کہ اپنے صحابہ کو تواضع وانکساری کا طریقہ سکھائیں اور تکبر و غرور سے باز رہنے کی عملی تلقین کریں۔ (ضیاء النبی 5، 346/345)

امام بخاری بزاز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خندق کے وقت اللہ کے پیارے رسول سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خندق کھودتے اور اس کی مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے اس مٹی کے گرنے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شکم اطہر گرد آلود ہو گیا تھا۔ (ضیاء النبی 342)

جگر گوشہ بتول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

☆...... "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس حجرہ میں تشریف فرما ہوتے اس کا دروازہ بند نہ کیا جاتا اور نہ دربان مقرر کئے جاتے جو لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکیں جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کرتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے ملاقات فرماتے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بھی بیٹھ جاتے سادہ کھانا

کھاتے، کھردرا لباس زیب تن فرماتے گدھے پر سواری کرتے، اپنے پیچھے کسی خادم کو بٹھاتے اور اپنے ہاتھ مبارک کو (کھانا کھانے کے بعد) چاٹ لیتے۔ (ضیاء النبی 343)

☆......حضرت عبداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں:

ایک روز بارگاہ رسالت میں ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا طریقہ ہے۔

اس سراپا رحمت والفت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَّلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کریم النفس بندہ بنایا ہے مجھے صاحب جبروت اور سرکش نہیں بنایا۔

کھانا کھانے میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تواضع وانکساری کو اپنا شعار بنایا۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکیہ لگا کر کھانا تناول کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے چلا کرتے۔

☆......حضرت عبداللہ بن ابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے ذکر الٰہی کرتے تھے اور فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز لمبی ہوتی تھی اور خطبہ مختصر۔ اگر کسی بیوہ مسکین کے ساتھ ان کے کسی کام کے لئے جانا پڑتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے نفرت نہ کرتے بلکہ ان کے کام کے لئے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ (ضیاء النبی 342)

☆......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم سے سرگوشی کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا کان مبارک اس سے نہ ہٹاتے جب تک وہ سرگوشی سے فارغ نہ ہو جاتا۔ جب کوئی آپ کا دست مبارک پکڑتا، جب تک وہ دست مبارک کو پکڑے رہتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے دست اقدس کو نہ کھینچتے۔ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں سے اپنے گھٹنوں کو آگے نہ کرتے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کرتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے سلام کہنے میں پہل فرماتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ مصافحہ فرماتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ملاقاتیوں کی عزت افزائی کرتے۔ بسا اوقات اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھاتے اور اس کے اوپر بیٹھنے پر اصرار فرماتے۔ اگر تکیہ ہوتا تو اپنے مہمان کو پیش کرتے اور اسے مجبور کرتے کہ اس پر بیٹھے۔ اپنے صحابہ کو کنیت سے بلاتے تاکہ ان کی عزت افزائی ہو۔ اگر کسی صحابی کے متعدد نام ہوتے تو اس نام سے اسے یاد کرتے جو اسے زیادہ پسند ہوتا۔ اگر کوئی گفتگو کر رہا ہوتا تو قطع کلام نہ کرتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر نماز میں مصروف ہوتے تو کوئی شخص ملاقات کے لئے حاضر ہوتا تو نبیٔ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کو مختصر کر دیتے اور اس سے ازراہ لطف دریافت کرتے کہ وہ کیوں آیا ہے جب اس کی حاجت براری سے فارغ ہوتے تو دوبارہ نماز پڑھتے۔ (346/347)

نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے بچوں کے ساتھ بھی نہایت شفیق و مہربان تھے۔ ان کے ساتھ بھی تواضع سے پیش آتے۔

☆ ......ابوبکر بن ابی شیبہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

مدینہ طیبہ کی کمسن بچیاں اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتیں اگر کسی بچی کو کوئی کام ہوتا تو وہ اپنے آقا کا دست مبارک پکڑ کر آپ کو اپنے ساتھ لے جاتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے کھینچتے نہیں تھے جب تک اس کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے مدینہ طیبہ واپس تشریف

لاتے تو مدینہ طیبہ کے بچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے دوڑ کر آتے۔ آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے اگر کچھ بچے رہ جاتے تو صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ ان کو اپنے ساتھ سوار کریں۔(346)

نبیٔ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گنواروں اور بدوؤں کے ساتھ شان تواضع کا منظر ملاحظہ کیجئے۔

عبدالرزاق اپنی مصنف میں اور امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی جن کا نام زہیر بن حرام الاشجعی تھا۔ صحرا میں اقامت گزیں تھا اس کا یہ طریقہ تھا کہ جب بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے آتا تو صحرا کی عمدہ سبزیاں اور لذیذ پھل لاتا اور خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے عوض اس کو شہر کی پسندیدہ اور قیمتی چیزیں بطور تحفہ عطا فرماتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے۔

''زہیر ہمارا صحرا ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بازار تشریف لے گئے، زہیر کو دیکھا سامان فروخت کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے پشت کی طرف سے آئے اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچا۔ زہیر نے جان لیا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی پشت کو حصول برکت کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدر مبارک کے ساتھ کافی دیر تک رگڑتا رہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے اس کو اپنے بازوؤں میں لیا۔ اس نے نہ دیکھا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں کس نے لیا ہے۔ اس نے کہا: ارسلنی من ھذا مجھے چھوڑو تم کون ہو پھر اس نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ اس کے آقا

ہیں جو اس پر لطف و کرم فرما رہے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ دیر تک اپنی پشت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے رگڑتا رہا اور لذت حاصل کرتا رہا۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے کہا:

ہے کوئی اس غلام کو خریدنے والا؟

زہیر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے فروخت کریں گے۔

اِذًا تَجِدُنِیْ کَاسِدًا مجھے آپ کھوٹا پائیں گے جس کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ بندہ پروری فرمایا۔

تم کھوٹے نہیں بَلْ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰہِ غَالٍ۔ بلکہ بارگاہ خداوندی میں تم گراں قیمت ہو۔ (ضیاء النبی 5/353-354، زینی دحلان السیرۃ النبویہ جلد 3 ص 47-246)

ابن اسحاق اور بیہقی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

حبشہ سے نجاشی کا ایک وفد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بذات خود ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم غلام ان کی خدمت کے لئے کافی ہیں حضور کیوں تکلیف فرماتے ہیں اس کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انھم کانوا لاصحابنا مکرمین و اَنَا اُحب اَنْ اکافئھُمْ۔

ان لوگوں نے میرے صحابہ کی بڑی تکریم کی تھی میں چاہتا ہوں کہ میں خود اس کا بدلہ دوں۔ (ضیاء النبی 349)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں رقمطراز ہیں کہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جتنا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا (کہ انہوں نے خدا کا بیٹا مان لیا معاذ اللہ) میں تو بندہ ہی ہوں تو مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول علیہ السلام کہو۔ (بخاری کتاب الانبیاء، ابوداؤد، کتاب الرقاق، مسند امام احمد)

ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالا سناد مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عصاء مبارک پر ٹیک لگائے جب ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (احتراماً) کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو کہ وہ ایک دوسرے کی یونہی تعظیم کرتے ہیں اور فرمایا میں ایک بندہ ہوں، اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔ (سنن ابی داؤد۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الشفاء 145)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا خریدی اور تولنے والے سے کہا: اس کو جھکتا تول۔ پورا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وزن کرنے والا دوکاندار جلدی اٹھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:

ایسا ہی عجمی اپنے بادشاہوں سے کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تم میں سے ایک مرد ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبا لے لی۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں آگے بڑھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بوجھ لے لوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شے کا مالک اس کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اس کو اٹھائے۔

ابن خزیمہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی طرف تھوک

دیکھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسے صاف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تم میں اس بات کو کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے کھڑا ہو کر کوئی اُس کے منہ کی طرف تھوک دے۔ (بہار شریعت جلد سوئم ص 148)

ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درست کرنے لگے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لایئے میں ٹانک دوں۔

اس پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تشخص پسندی مجھے محبوب نہیں چنانچہ خود ہی تسمہ ٹانک دیا۔ (اسلامی تربیتی نصاب ج دوم، ص 895)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع وانکساری:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جاہ وجلال کے مالک تھے مگر آپ کی عاجزی وانکساری بھی مثالی تھی۔ ایک مرتبہ منبر پر برسر عالم علیٰ راس الشہود فرمانے لگے اے عمر! کیا تو وہی نہیں کہ بکریاں چرایا کرتا اور کبھی اونٹ۔ اور کھانے کو روٹی نہ ملتی تھی بلکہ گھر سے مار بھی کھانی پڑتی تھی۔ جب آپ منبر سے نیچے اترے تو لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھ میں کچھ بڑائی کی بو پیدا ہونے لگی تھی اس لئے میں نے سوچا کہ فی الوقت اس کا علاج ہو جائے۔

لوگوں نے دیکھا کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے جاہ وجلال سے قیصر وکسریٰ کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں وہ ایک بھیڑ کے جسم سے سے کیڑے نکال رہے ہے انہوں نے عرض کیا یہ کام ہمیں کرنے دیں فرمایا۔ پیچھے ہٹ جاؤ شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم فرمادے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے خود انکھوں سے دیکھا کہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں اور اُن کی تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر ہم نے دیکھا کہ آپ بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تو آپ کا کرتہ پھٹا ہوا اور اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع وانکساری:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت امیر، دولت منداور بہت سے غلاموں، لونڈیوں کے مالک ہونے کے باوجود آپ کی تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ وضو خود فرماتے اور اپنے اکثر کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے جب کوئی عرض کرتا کہ آپ رات کے وقت کسی خادم کو حکم فرمادیا کریں وہ خدمت بجالائے گا۔ چنانچہ رات ہوتی تو کسی کام کی حاجت ہوتی مگر غلام کو زحمت نہ دیتے بلکہ فرماتے غلام آرام کررہا ہوگا۔ دن ہوتا تو فرماتے وہ شاید کسی کام میں مصروف ہوگا میں کسی کو بے آرام یا پریشان نہیں کرنا چاہتا۔

حضور سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا واقع ہے کہ آپ اپنے کھجوروں کے باغ سے آرہے تھے اور لکڑیوں کا گٹھا اُن کے سر پر تھا۔ حالانکہ اُن کے 400 غلام تھے۔ لوگوں نے پوچھا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ فرمایا:

اُرِیْدُ اَنْ اُجَرِّبَ نَفْسِیْ۔ ''میں اپنے نفس کو آزمانا چاہتا ہوں۔''

میرے پاس غلام ہیں جو یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں مگر مجھے اپنے نفس کی آزمائش مدنظر ہے تاکہ دنیا کی جاہ ومرتبت اسے کسی کام سے باز نہ رکھ سکے۔ (کشف المحجوب 122)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تواضع وانکساری:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انکساری بہت ہی پسند تھی۔ آپ نے کبھی غرور وتکبر نہیں کیا نہ غرور تکبر کرنے والے کو پسند فرماتے تھے۔ آپ خود اپنی کمر پر لکڑیاں لاد کر لایا کرتے، پانی خود بھرتے، گھر میں خود جھاڑو بھی دے دیا کرتے تھے۔

حضرت صالح فرماتے ہیں کہ بازار کوفہ میں ایک مرتبہ آپ نے ایک درہم کے خرمے خریدے اور اپنی چادر میں باندھ کر لے جارہے تھے لوگوں نے بڑھ کر عرض کیا حضور ہم یہ گٹھڑی اٹھا لیتے ہیں آپ نے فرمایا جو اپنے بچوں کا ذمہ دار ہوتا ہے وہی اس بوجھ کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔(مناقب اسد اللہ بحوالہ ابن عساکر، یاران 773)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تواضع وانکساری:

حکایات میں ہے کہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔"اے فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمادیں۔ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا۔

آپ اپنے زمانے کے زاہد ہیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا آپ فرزندِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں باری تعالیٰ نے آپ کو سب پر فضیلت دی ہے سب کو نصیحت کرنا آپ کا منصب ہے۔

امام صاحب نے فرمایا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حشر کے دن میرے دادا مجھے گرفت نہ کریں کہ میں نے حق متابعت ادا نہیں کیا۔نسب سے یہ چیز درست نہیں ہوتی اس کے لئے معاملت حسنہ کی ضرورت ہے۔ حضرت داؤد طائی رو پڑے اور بولے۔

اے خدا جس کی فطرت میں نبوت کا اثر ہو جس کی طبیعت میں اصول دلائل ہو جس کے دادا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں جس کی والدہ ماجدہ سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں اُن کے سامنے داؤد کا کیا مقام کہ اپنے حسن معاملت پر نازاں ہوسکے۔

یہ بھی انہی سے روایت ہے کہ ایک روز اپنے خادموں میں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا۔

آؤ ہم عہد کریں کہ روز قیامت جسے بھی نجات نصیب ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ خادموں نے عرض کی۔ حضور فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس کی

شفاعت کی ضرورت ہے آپ کے جدامجد تمام خلائق کے شفیع ہیں۔

فرمایا: میں اپنے افعال پر شرم سار ہوں اپنے جدامجد کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

یہ اپنے نفس کی عیب جوئی ہے اور صفوت کمال میں شامل ہے جملہ باریاب اہلِ حق، اولیاء کرام، انبیائے عظام اور رسولان حق اسی صفت سے آراستہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ۔

جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی بندہ پر احسان کا ہوتا ہے تو وہ اس کے ذاتی عیب اس پر نمایاں کر دیتا ہے۔ جو صاحب نظر انسان عجز اور عبودیت سے سرنگوں ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہر مراد میں کامرانی عطا کرتا ہے۔(کشف المحجوب:143-144)

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تواضع انکساری:

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں۔آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔آپ نہایت باعمل عالم وزاہد ومتقی بھی تھے آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ ہر فرد کو اپنے سے بہتر تصور کرتے۔ایک شخص نے سوال کیا کہ کتے سے آپ بہتر ہیں یا کتا؟ فرمایا کہ اگر عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو گیا تو میں بہتر ورنہ کتا مجھ جیسے صدہا گنہگاروں سے افضل۔

ایک دفعہ دریائے دجلہ کے کنارے آپ نے کسی حبشی کو عورت کے ساتھ اس طرح دیکھا کہ شراب کی بوتل اس کے سامنے تھی۔اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کہ کیا یہ بھی مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو شرابی ہے۔اسی دوران ایک کشتی آئی جس میں سات افراد سوار تھے اور وہ کشتی موجوں کی لپیٹ میں آ گئی۔یہ دیکھ کر وہ حبشی نوجوان پانی میں کود گیا

اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ پھر آپ سے عرض کیا کہ آپ صرف ایک ہی جان بچالیں میں تو یہ امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطن کھلی ہوئی ہے یا نہیں اور یہ عورت جو میرے پاس ہے یہ میری والدہ ہیں اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ کہ یہ کوئی غیبی شخص ہے اس کے قدموں پر گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے چھ افراد کی جان بچائی ہے اسی طرح کبر ونخوت سے میری جان بھی بچا دے اس نے دعا کی کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو نور بصیرت عطا فرمائے'' یعنی کبر ونخوت کو دور کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد سے اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا اور یہ کیفیت ہو گئی کہ ایک کتے کو بھی دیکھ کر فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ مجھے اس کتے ہی کے صدقہ میں مقبولیت عطا فرما دے۔ (تذکرۃ الاولیاء:49)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تواضع وانکساری:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ آپ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھالاؤ۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ حضرت بایزید بسطامی نے عرض کیا۔ حضور! طاق تو کجا میں نے تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب تم مکمل ہو چکے ہو لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ۔ یہ تھا احترام شیخ اور عجز وانکساری کا انعام۔ (تذکرۃ الاولیاء:156)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت وخدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو ہماری بارگاہ میں وہ چیز شفاعت کے لئے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو۔ آپ نے سوال

کیا وہ کون سی چیز ہے؟ فرمایا گیا عجز وانکساری اور ذلت وغم حاصل کر۔ کیونکہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور اِن کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری:

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحر شریعت وطریقت کے شناور اور رموز حقیقت کے شناسا تھے۔ فراست وذکاوت میں ممتاز تفقہ فی الدین میں یکتائے روزگار پورا عالم آپ کے محاسن واوصاف سے بخوبی آگاہ ہے۔ آپ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ کسی رئیس نے کچھ رقم اہل تقویٰ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے مکہ معظمہ ارسال کی اور اس میں سے کچھ رقم لوگوں نے پیش کی لیکن آپ نے سوال کیا کہ یہ رقم کس کی ہے اور کن لوگوں میں تقسیم کرنے کو بھیجی گئی ہے؟

جواب ملا کہ اہل تقویٰ درویشوں میں تقسیم ہونے کیلئے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اہل تقویٰ درویش نہیں ہوں۔ اس لئے یہ مجھ پر حرام ہے۔ (تذکرہ الاولیاء: 226)

شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری:

آپ مشائخ کے سردار اوتاد وابدال کے قطب اور اہل طریقت وحقیقت کے پیشوا تھے توحید ومعرفت میں کمال درجہ پر فائز تھے۔ ایک روز آپ بہت سے درویشوں کے ساتھ خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور سات دن سے فاقہ سے گزار رہے تھے ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر حاضر ہوا اور آواز دی کہ میں یہ سامان صوفیوں کیلئے لایا ہوں۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو صوفی ہو لے لے۔ مجھ میں تو جرأت نہیں ہے کہ تصوف کا دعویٰ کروں۔ یہ سن کر کسی نے بھی نہ لیا اور وہ شخص واپس لے گیا۔ (تاریخ مشائخ نقشبند 95)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی وانکساری:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی

تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اعلان کیا گیا کہ جو سب سے زیادہ نالائق گنہگار اور سب سے بُرا انسان ہو وہ جلدی سے مسجد کے باہر آ جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ اعلان سماعت فرمایا۔ سب سے پہلے باہر آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں مَیں ہی بدترین مسلمان ہوں۔ اللہ اکبر یہ شان تھی تواضع اور انکساری کی۔

اس وقت کے ایک بزرگ حضرت سری سقطی کو کسی نے خبر دی کہ آج جنید نے یہ کام کیا ہے فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو سب سے حقیر جانتے ہیں اسی عاجزی وانکساری کی بنا پر ہی اس بلند مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ازیں برملائک شرف داشتند
کہ خود رابہ ازسگ نہ پندا شتند

اولیاء اللہ فرشتوں سے اس وجہ سے بازی لے جاتے ہیں۔ فرشتوں سے زیادہ اُن کی عزت اس لئے ملتی ہے کہ وہ اپنے کو کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے شیخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو نصیحتیں فرمائیں۔

یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ کسی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کسی کو حقیر مت سمجھو۔

دویم آں کہ بر خویش خوش بیں مباش

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے اوپر استحسان کی نظر مت ڈالو کہ میں اچھا ہوں اپنے کو اچھا مت سمجھو۔

یہ قیمتی نصیحتیں فرمائی کہ دوسروں پر برائی کی نظر نہ ڈالو اور اپنے پر بھلائی کی نظر نہ ڈالو۔ یعنی دوسروں کو برا نہ سمجھو اور اپنے آپ کو اچھا نہ سمجھو۔

اقوال:

☆......تواضع غریبوں سے خوب لیکن امیروں سے خوب تر۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......مہربانی کرنے سے قدر و قیمت میں عظمت آ جاتی ہے۔تواضع نعمت کو تمام کر دیتی ہے۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

☆......بلند مرتبہ تواضع سے پیش آنے میں متصور ہے۔لوگوں کی خیر خواہی کرو گے تو وہ تمہیں اپنا سردار مانیں گے۔(حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ)

☆...... میں نے بلند مرتبہ چاہا اور اُس کو پالیا اور یہ سب کچھ مجھے تواضع کرنے سے حاصل ہوا۔(حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ)

☆......تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کی جائے اور امیروں سے تکبر۔

☆......تجھ کو لوگ تکبر کرنے سے بڑا نہیں سمجھ سکتے بلکہ تو تواضع سے بڑا ہو گا۔

(حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اُس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے ہزار درجہ بلند اور بہتر ہے۔(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......حقائق سمجھ میں آنا آسان نہیں لیکن جب انسان عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور رحمت فرماتا ہے۔حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے۔جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بن جاتی ہے۔

(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

☆...... دیندار لوگوں کا خواہ وہ کیسے غریب و نادار ہوں۔حقارت کی نظروں سے نہ دیکھو کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی تحقیر لازم آتی ہے۔ (سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ)

☆......نرم خو اور متواضع کیلئے جہنم حرام ہے جس کو نرم عطا ہوئی دنیا و آخرت عطا ہوئی۔

(مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

نور الہدیٰ فاؤنڈیشن فیصل آباد

ہر مسلمان کے لئے اِن اہم مسائل سے آگاہی اِنتہائی ضروری ہے

طلاق کے اہم موضوع پر انتہائی معلوماتی اور بصیرت افروز تحریر

کتاب الطلاق

مسئلہ طلاق ثلاثہ

تالیف پیرِ طریقت سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

- اندازِ تحریر نہائیت سادہ اور عام فہم
- قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ کے حوالہ جات سے مزین
- طلاق کی تمام اقسام پر سیر حاصل بحث
- عدت کے بارے تفصیلی گفتگو
- خلع اور اس کی قانونی شرعی حیثیت
- طلاقِ ثلاثہ پر تفصیلی گفتگو
- طلاقِ ثلاثہ اور جمہور کا حکم
- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے موقف سے آگاہی
- طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم علمائے غیر مقلدین کے فتاوی جات
- طلاق نامہ تحریر کرنیوالے کے لئے ہدایات

نور الہدیٰ فاؤنڈیشن

گلشنِ سعید مانانوالہ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد (پاکستان)

Tel: 041-8759266